بسم اللہ الرحمن الرحیم

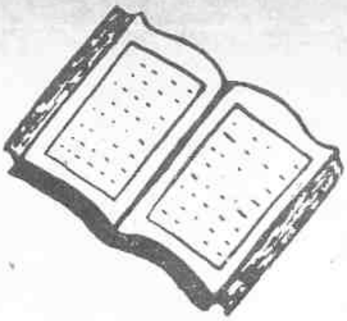

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

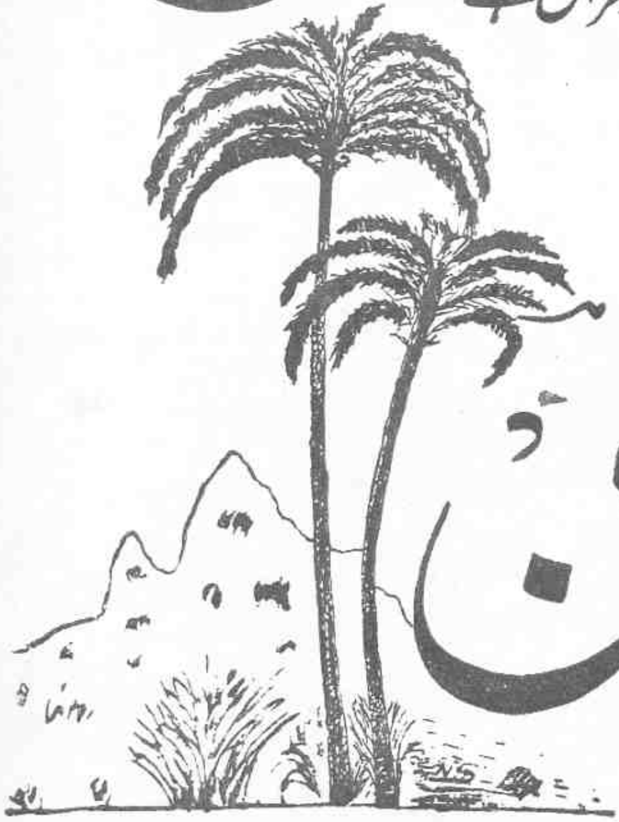

نومبر ۱۹۶۸

الفرقان

قرآنی حقائق بیان کرنے والا
تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

حضرت خلیفۃالمسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کراچی میں

شروع اگست ٦۸ء میں حضرت خلیفۃالمسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بغرض علاج کراچی تشریف لے گئے۔ قریباً چالیس دن کے قیام کے بعد حضور واپس مرکز میں تشریف لائے۔ احباب کراچی نے اس عرصہ میں بہت روحانی فائدہ حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جسمانی طور پر حضور کی صحت بھی کافی اچھی ہو گئی الحمدللہ

فوٹو میں حضور کراچی چھاونی کے اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد جماعت کے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۸ شمارہ ۱۱ | ماہنامہ الفرقان ربوہ نومبر ۱۹۶۸ء | شعبان ۱۳۸۸ھ نبوت ۱۳۴۷ ہش

رمضان المبارک نمبر

آئندہ ماہ کا شمارہ رمضان المبارک نمبر ہوگا جس میں رمضان کے جملہ مسائل اور اسلامی روزوں کے احکام درج ہوں گے نیز اسلامی روزہ کی فضیلت و برتری مذکور ہوگی۔ یہ نمبر یکم دسمبر کو پوسٹ ہوگا انشاءاللہ قیمت ساٹھ پیسے ہوگی۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

ایڈیٹر: ابوالعطاء جالندھری
نائبین: دوست محمد شاہد مولوی فاضل
عطاء المجیب راشد ایم اے

قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ عام طور پر ہجری شمسی مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
۲۔ پاکستان کے لئے سالانہ چندہ چھ روپے ہے فی پرچہ ساٹھ پیسے
۳۔ بھارت کے لئے آٹھ روپے ہے جو محترم الحاج قریشی عطاء الرحمٰن صاحب قادیان کے نام بھجوایا جائے
۴۔ دیگر ممالک کے لئے سالانہ چندہ بحری ڈاک ۱۲ شلنگ اور ہوائی ڈاک سے ایک پونڈ مقرر ہے۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

ترتیب

• "اکلوتا بیٹا" (پادریوں کی اکلوتی دلیل کا جائزہ) ایڈیٹر ص۲
• خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق اور روحانیت۔ } جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد۔ مولوی فاضل ص۶
• مقام خود آگہی (نظم) جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے ص۸
• کتاب تذکرہ شعرائے پنجاب (فارسی) میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور دیگر احمدی شعراء کا تذکرہ۔ } جناب پروفیسر چودھری عطاء اللہ صاحب ایم۔اے ص۹
• دنیا میں مسلمانوں کی تعداد (ماخوذ) ص۱۶
• البیان —— سورہ نساء ع ۱۲ و ع ۱۳ کا ترجمہ و مختصر تفسیر } ابوالعطاء ص۱۷
• خلفائے راشدین کے تجدیدی کارنامے —— جناب مرزا عبدالحق صاحب سرگودھا ص۲۵
• سوالات اور ان کے جوابات ایڈیٹر ص۳۳
• شذرات " ص۳۹
• حیاۃ ابی العطاء (چند منتشر یادیں) " ص۴۱
• ایڈیٹر کی ڈاک (گلاسگو اور جنیوٹ کے خطوط) ص۴۵
• اشتہارات ص۴۸

ادارِیہ

"اکلوتا بیٹا"

پادری صاحبان کی اکلوتی دلیل کا جائزہ

پادریوں کے اقتباس

گزشتہ اشاعت میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اناجیل میں اگر حضرت مسیحؑ کے لئے ابن اللہ یا خدا کا بیٹا ایسے الفاظ آئے ہیں تو بائیبل میں یہی الفاظ دوسرے انسانوں اور نبیوں کے لئے بکثرت استعمال ہو چکے ہیں۔ ایسے حوالجات ہم نے اپنی کتاب مباحثۂ مصر سے پچھلی اشاعت میں درج کر دیئے ہیں۔ ان حوالجات کے سلسلہ میں مسیحی رسالہ اخوت نے اعتراف کیا ہے کہ "ہمیں بائیبل میں کہیں کہیں اس کے مجازی استعمال سے انکار نہیں لیکن ہم کو اس سے انکار ہے کہ یہ ہمیشہ صرف مجازی ہی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے کیونکہ مسیح کے بارے میں یہ حقیقی اور لفظی معنوں میں استعمال ہوا ہے مجازی معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔" (اخوت ستمبر ۱۹۶۰ء ص)

پادری عبدالحق صاحب لکھ چکے ہیں کہ:-

"ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ صرف خداوند یسوع مسیح کو ہی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ صرف آنخداوند کو ہی اکلوتا بیٹا کہا گیا ہے (یوحنا ۱: ۱۴ و ۱۸ + ۳: ۱۶ و ۱۸ - ۱ یوحنا ۴/۹) اور اکلوتے بیٹے کا لفظ ہی اس امر پر دلالت صریح ہے کہ اس معنے میں خدا کے سوا کسی اور بیٹے کا امکان ہی نہیں۔" (تحریری مناظرہ ص ۱-۲)

ہر دو اقتباسات کا لب لباب یہی ہے کہ مسیح کے لئے ابن اللہ کا لفظ مجازی معنوں میں نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے لئے "اکلوتا بیٹا" کا لفظ آیا ہے اور یہی لفظ اس بات پر صریح دلالت ہے کہ مسیح حقیقی معنوں میں خدا کا بیٹا ہے اور باقی انبیاء اور صلحاء مجازی معنوں میں خدا کے بیٹے ہیں۔

لفظ "اکلوتا بیٹا" تین اناجیل میں نہیں ہے

ہم پادری صاحب کی اس اکلوتی دلیل کا محققانہ جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ آیا یہ لفظ انجیل متی میں ہے؟ انجیل مرقس میں

ہے؟ انجیل لوقا میں ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ لفظ صرف انجیل یوحنا میں درج ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ جبکہ مسیح کی الوہیت کا سارا دارومدار صرف لفظ "اکلوتا بیٹا" پر ہے تو تینوں اوّلین انجیل نویس اسے ذکر کیوں نہیں کرتے؟ ان کا ذکر نہ کرنا بتلاتا ہے کہ یا تو اس مفروضہ کی "بنیاد" ہی بے ثبوت ہے ورنہ وہ اسے نظر انداز نہ کر سکتے تھے اور یا پھر اس مزعومہ "بنیاد" سے موجودہ پادریوں نے جو استدلال کیا ہے وہ سراسر غلط اور نادرست ہے۔ اگر فی الواقع مسیح کے لئے "اکلوتا بیٹا" کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بولا گیا تھا تو تینوں پہلے انجیل نویس اخفاءِ حق کے جُرم کے مرتکب قرار پاتے ہیں اور اگر نہیں بولا گیا تھا تو یہ محض چوتھے انجیل نویس یوحنا کی ایجاد ہے جسے جناب یوحنا کی افتادِ طبیعت کے لحاظ سے ان کی مبالغہ آرائی اور جدّت پسندی ہی قرار دیا جا سکتا ہے، نہ کم نہ زیادہ۔

کیا خدا تعالیٰ نے مسیح کو "اکلوتا بیٹا" کہا؟

اس جگہ یہ سوال نہایت اہم ہے کہ اگر الوہیت مسیح کا انحصار لفظ "اکلوتا بیٹا" پر ہے تو کیا خدا تعالیٰ نے کبھی مسیح کو "اکلوتا بیٹا" کے لفظ سے خطاب فرمایا؟ پادری عبدالحق صاحب نے لفظ اکلوتا بیٹا کے استعمال کے صرف پانچ حوالے دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ (یوحنا ۱/۱۴)

(۲) اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے (یوحنا ۱/۱۸)

(۳) اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا (یوحنا ۳/۱۶)

(۴) وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا۔ (یوحنا ۳/۱۸)

(۵) خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے۔ (۱۔یوحنا ۴/۹)

ان پانچ حوالہ جات کے علاوہ کسی جگہ اناجیل میں مسیح کے لئے "اکلوتا بیٹا" کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اب رہے یہ پانچ مقامات ان پر غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک جگہ بھی یہ ذکر نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو کہا ہو کہ تُو میرا "اکلوتا بیٹا" ہے۔ یہ تو سب یوحنا کی اپنی روایات اور قیاس آرائیاں ہیں۔

اناجیل میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مسیح سے خطاب کیا ہے اس میں "بیٹا" یا "پیارا بیٹا" کے الفاظ تو موجود ہیں مگر اکلوتا بیٹا کسی جگہ موجود نہیں۔

انجیل متی میں لکھا ہے:۔

"دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خوش ہوں۔" (متی ۳/۱۷)

پھر لکھا ہے:۔

"بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خوش ہوں۔" (متی ۱۷/۵)

ایک اور جگہ لکھا ہے :-

"اسے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خوش ہوں"

(۲-پطرس $\frac{1}{17}$)

ان تین حوالہ جات میں صراحتاً مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی مسیح سے اظہارِ محبت فرماتے ہوئے خطاب کیا تو "میرا پیارا بیٹا" کے لفظ سے خطاب فرمایا ہے کسی ایک جگہ بھی "میرا اکلوتا بیٹا" کے لفظ سے خطاب نہیں فرمایا۔ کیا صفحۂ زمین پر کوئی پادری موجود ہے جو اناجیل سے یہ خطاب دکھا سکے؟ ہرگز نہیں۔

اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو اکلوتا بیٹا کے لفظ سے کبھی مخاطب ہی نہیں فرمایا اور بقول پادری عبدالحق صاحب مسیح کی الوہیت کا سارا دارومدار لفظ اکلوتا بیٹا پر ہے تو معلوم ہوا کہ پادریوں کی عمارت محض بے بنیاد ہے اور ان کی الوہیتِ مسیح کی اکلوتی دلیل پاش پاش ہو گئی۔

کیا یسوع مسیح نے "اکلوتا بیٹا" ہونے کا دعویٰ کیا؟

ہماری تحقیق ہے کہ یسوع مسیح نے کبھی خود بھی یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ مَیں خدا تعالیٰ کا "اکلوتا بیٹا" ہوں نہ خلوت میں نہ جلوت میں۔ اگر کوئی پادری ہمارے اس دعویٰ کو غلط سمجھتا ہے تو بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے کہ مسیح نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا اکلوتا بیٹا نہیں کہا اور بقول پادری صاحبان اسکے بغیر کسی اور لفظ سے الوہیتِ مسیح ثابت نہیں ہو سکتی تو صاف کھل گیا کہ حضرت مسیح کی طرف دعویٰ الوہیت منسوب کرنا پادریوں کا ظلم ہے۔

اناجیل میں لکھا ہے کہ مسیح نے تنہائی میں حواریوں سے پوچھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟ حواریوں نے جواب دیا کہ "یوحنا بپتسمہ دینے والا اور بعض ایلیاہ اور بعض نبیوں میں سے کوئی" (مرقس $\frac{8}{28}$، متی $\frac{16}{14}$، لوقا $\frac{9}{19}$)۔ یہ جواب سُن کر مسیح نے حواریوں سے فرمایا "تم مجھے کیا کہتے ہو؟" اس سوال کے جواب میں پطرس کا قول یوں درج ہے :-

"تو مسیح ہے" (مرقس $\frac{8}{29}$) "خدا کا مسیح" (لوقا $\frac{9}{20}$) "تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" (متی $\frac{16}{16}$)

اس مکالمہ سے بالبداہت ثابت ہے کہ مسیح نے حواریوں کو کبھی نہیں فرمایا تھا کہ مَیں "خدا کا اکلوتا بیٹا" ہوں۔ انہوں نے حواریوں کے سامنے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا یا زیادہ سے زیادہ "خدا کا بیٹا مسیح" ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور پادری صاحبان تسلیم کر چکے ہیں کہ محض "خدا کا بیٹا" کہنے سے الوہیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے کہ الوہیتِ مسیح کی اصل اور واحد دلیل لفظ "اکلوتا بیٹا" تھا تو مسیح نے اپنے حواریوں کو اس دعویٰ سے آگاہ کیوں نہ کیا تھا؟ اور اگر کیا تھا تو حواریوں کو کیا ہو گیا تھا کہ خلوت میں استفسار پر بھی "اکلوتا بیٹا" نہیں کہتے بلکہ مسیح یا محض بیٹا کہتے ہیں۔ اگر مسیح نے ان کو یہ سمجھایا تھا کہ مَیں اکلوتا بیٹا ہوں تو اسے ان کے مذکورہ بالا جواب پر انہیں

کہنا چاہیئے تھا کہ کیا میری تعلیم کا یہی نتیجہ ہے کہ تمہیں ابھی تک اتنا بھی معلوم نہیں کہ میں خدا کا اکلوتا بیٹا ہوں؟

یہ تو خلوت کی بات تھی جلوت کا حال یہ ہے کہ مسیح نے یہود کے سامنے کبھی نہیں کہا تھا کہ میں خدا کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ حواریوں کے جواب کے پہلے حصہ سے ظاہر ہے کہ یہودی لوگ مسیح کو کس مقام کا مدعی سمجھتے تھے۔

یہودیوں نے پیلاطوس کی عدالت میں جو سب سے بڑا قابلِ اعتراض دعویٰ مسیح کی طرف منسوب کیا تھا وہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ:۔

"ہم اہلِ شریعت ہیں اور شریعت کے موافق وہ قتل کے لائق ہے کیونکہ اس نے اپنے آپکو خدا کا بیٹا بنایا۔" (یوحنا ۱۹/۷)

اس سے پہلے مسیح یہودیوں کے اس الزام کا مسکت جواب دے چکے تھے مسیح نے علماءِ یہود سے فرمایا تھا۔

"کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو؟ جب اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتابِ مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اسلئے کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔" (یوحنا ۱۰/۳۴-۳۶)

یہودی اس محققانہ اور الزامی جواب سے خاموش ہو گئے اور انہیں کوئی بات نہ سوجھتی تھی۔ پیلاطوس کی عدالت میں پھر انہوں نے از راہِ ظلم یہی الزام دہرایا کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اسلئے واجب القتل ہے۔ اس سارے ماجرا میں "خدا کا اکلوتا بیٹا" کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ نہ یہودی کا مسیح کے سامنے اسے دہراتے ہیں نہ پیلاطوس کو اس اکلوتی دلیل سے خبردار کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ بات ہی بعد کی ایجاد ہے اور یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ لفظ "اکلوتا بیٹا" "پیارے بیٹے" کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے ہر دو صورتوں میں پادریوں کی اکلوتی دلیل بے جان نظر آتی ہے۔

اکلوتا بیٹا اور پلوٹھا بیٹا کے الفاظ کی تشریح

بائیبل میں لکھا ہے:۔

"خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے" (خروج ۴/۲۲)

ظاہر ہے کہ پلوٹھا بیٹا اسوقت تک اکلوتا ہی رہیگا جبتک اسکے اور بھائی پیدا نہ ہو جائیں پس اسرائیل بھی ایک وقت تک خدا کا اکلوتا بیٹا تھا۔ پھر اناجیل میں مسیح کیلئے پلوٹھا کے الفاظ بھی مستعمل ہوتے ہیں:۔

(الف) "جب پلوٹھے کو دنیا میں پھر لاتا ہے تو کہتا ہے کہ خدا کے سب فرشتے اسے سجدہ کریں۔" (عبرانیوں ۱/۶)

(ب) "جنہیں اس نے پہلے سے جانا انہیں پہلے سے مقرر بھی کیا کہ اسکے بیٹے کے ہمشکل ہوں تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پلوٹھا ٹھہرے۔" (رومیوں ۸/۲۹)

پس یوحنا نے مسیح کو اگر اکلوتا کہا ہے تو پولوس نے عبرانیوں اور رومیوں کے نام کے خطوط میں اسے پلوٹھا لکھا ہے۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ از روئے اناجیل اکلوتا پلوٹھے کے معنوں میں ہے گویا وہ باقیوں سے درجہ میں ذرا بڑا قرار پائیگا۔

بائیبل کے محاورہ میں خاص پیارے بیٹے کو اکلوتا بیٹا کہہ دیا جاتا ہے۔ دیکھئے بائیبل سے ثابت ہے کہ اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے ہیں لکھا ہے :۔

۱۔ "ہاجرہ ابرام کے لئے بیٹا جنی اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی اسمٰعیل رکھا۔"

(پیدائش ۱۶/۱۵)

۲۔ "اس (سارہؓ) سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشونگا۔"

(پیدائش ۱۷/۱۶)

۳۔ "جب اس (ابراہیمؑ) کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ہوا وہ تیرہ برس کا تھا" (پیدائش ۱۷/۲۵)

۴۔ "اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سُنی۔ دیکھ مَیں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کرونگا۔"

(پیدائش ۱۷/۲۰)

ان واضح حوالہ جات کے باوجود بائیبل میں درج ہے کہ :۔

"تو اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے بیٹے کو جسے تو پیار کرتا ہے اضحاق کو لے۔" (پیدائش ۲۲/۲)

پس معلوم ہوا کہ اسحاق کو محض خاص پیار کے اظہار کے لئے اکلوتا بیٹا قرار دیا گیا ہے ورنہ یہ واقعات کے خلاف ہے اور خود بائیبل کے بیانات کے متضاد ہے۔

ان جملہ اقتباسات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اگر مسیح کو بائیبل میں ابن اللہ کہا گیا ہے یا اسے پلوٹھا ٹھہرایا گیا ہے یا اسے اکلوتا قرار دیا گیا ہے تو سب کا صرف یہی مفہوم ہے کہ وہ ربّ العزت کے ایک پیارے، نہایت پیارے بندے تھے۔

نبی جب مامور ہوتا ہے وہ تن تنہا ہوتا ہے اس لحاظ سے مجازاً وہ خدا تعالیٰ کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے۔ وہ اوّل المؤمنین ہوتا ہے۔ جب اور لوگ ایمان لے آتے ہیں اور اسکی پیروی کر کے خدا کے پیارے ہو جاتے ہیں تو وہ پلوٹھا ہو جاتا ہے اور باقی اس کے چھوٹے بھائی قرار پاتے ہیں۔ یہی مفہوم رومیوں ۸/۲۹ کے مندرجہ بالا اقتباس کا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اکلوتا بیٹا کا لفظ جسے صرف یوحنا انجیل نویس نے لکھا ہے کسی طور سے بھی الوہیت مسیح کی دلیل نہیں۔ یہ لفظ نہ باقی اناجیل میں آیا ہے نہ ہی کسی جگہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو مخاطب کر کے اکلوتا بیٹا ٹھہرایا ہے اور نہ ہی مسیح نے خود کبھی اپنوں یا بیگانوں کے سامنے کہا کہ مَیں خدا کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ پس اس لفظ کو جسے محض یوحنا نے اپنے مبالغہ آمیز انداز میں لکھ دیا ہے الوہیتِ مسیح کی اکلوتی دلیل گرداننا پادری صاحبان کی سادہ لوحی یا ضرورت سے زیادہ ہوشیاری کے سوا کچھ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یوحنا تو وہ بزرگ ہیں جنہوں نے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ :۔

"اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اگر وہ جُدا جُدا لکھے جاتے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔"

(یوحنا ۲۱/۲۵) ✦

خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق اور روحانیت

سیدنا المصلح الموعودؓ کی ایک غیر مطبوعہ تحریر

(جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کے مبارک عہدِ خلافت کا عظیم ترین کارنامہ یہ ہے کہ حضورؓ نے جماعت احمدیہ میں نظامِ خلافت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا اور اپنی ایمان افروز تقریروں اور پُر اثر تحریروں سے ہر احمدی کے قلب و دماغ میں راسخ کر دیا کہ خدائی حکم کے تحت خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق اور رابطہ قائم کرنا ضروری ہے چنانچہ فرمایا ہے :-

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتے ہیں اُن سے ملتے رہا کرو۔ پس ملاقات ضروری ہے۔ اس قدر ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے جو لوگ ہمارے پاس نہیں آتے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔"

(منہاج الطالبین صہ ۹)

اس تعلق میں سیدنا المصلح الموعود (رضی اللہ عنہ و نور اللہ مرقدہ) کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب گرامی کا ایک نہایت اہم اور ضروری اقتباس قارئینِ الفرقان کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضور پُر نور نے ۲۵ نومبر ۱۹۲۳ء کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ احمدی کے نام تحریر فرمایا کہ :-

میری طبیعت کی سستی ہے اور میں لوگوں
کو بار بار سمجھا چکا ہوں کہ بغیر ذاتی تعلق کے روحانیت
نہیں ملتی لیکن میں حیران ہوتا ہوں کہ لوگ سمجھیں گے کہ
اپنے اندر ہی رکھا ہے حالانکہ یہ حق ہے قرآن کریم کہتا

ہے کونوا مع الصادقین۔ خدا کے بندوں سے ذاتی
تعلق وہ ایمان پیدا کر دیتا ہے جو دنیا بھر کے دلائل نہیں
کر سکتے۔ دلائل خالی کج بحث بنا دیتے ہیں لیکن روحانیت
ہی ہے جو مغز تک پہنچا دیتی ہے اور ٹھوکروں سے
بچا دیتی ہے۔

"میری طبیعت میں شرم ہے اور میں لوگوں کو بار بار یہ نہیں کہہ سکتا کہ بغیر ذاتی تعلق کے روحانیت نہیں ملتی کیونکہ حیا کرتا ہوں کہ لوگ سمجھیں گے کہ اپنے لئے ایسا کہتا ہے۔ حالانکہ یہ حق ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کونوا مع الصادقین خدا کے بندوں سے ذاتی تعلق وہ ایمان پیدا کر دیتا ہے جو دنیا بھر کے دلائل نہیں کر سکتے۔ دلائل خالی کج بحث بنا دیتے ہیں لیکن روحانیت ہی ہے جو مغز تک پہنچا دیتی ہے اور ٹھوکروں سے بچا دیتی ہے۔"

مقامِ خود آگہی

(از جناب چوہدری عبد السلام صاحب اختر ایم۔اے)

داناٸیوں میں ہم ہیں نہ نادانیوں میں ہم
وہ ہیں اور اُنکے حُسن کی تابانیوں میں ہم

یہ فخر ہے کہ ہم ہیں غلامِ رسولِ پاکؐ
ایرانیوں میں ہم ہیں نہ تورانیوں میں ہم

موجِ ہوا میں دم ہے اگر ہم کو روک لے!
کشتی بڑھا کے لے چلے طغیانیوں میں ہم

راہِ طلب ہے اور طلب ہی کوئی نہیں
کیا مطمئن ہیں بے سروسامانیوں میں ہم

دشواریاں پڑیں تو نئے راستے ملے
گم ہو گئے نشۂ زیست کی آسانیوں میں ہم

اخترؔ کوئی ہو عالمِ دل، عُسر ہو کہ یُسر!
رہتے سدا ہیں طبع کی جولانیوں میں ہم

کتاب "تذکرہ شعرائے پنجاب" (فارسی)

میں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور دیگر احمدی شعراءِ فارسی کا ذکر و بیان

اس وقت ہمارے سامنے فارسی زبان کی ضخیم کتاب تذکرہ شعرائے پنجاب شائع کردہ اقبال اکادمی کراچی موجود ہے۔ مرتب جناب خواجہ عبدالرشید صاحب نے نہایت محنت و عرق ریزی سے یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب اکتوبر ۱۹۶۷ء میں شہنشاہ ایران کے جشنِ تاجپوشی کی یادگار کے طور پر شائع کی گئی ہے۔ فاضل مؤلف نے "عرضِ احوال" کے ضمن میں وجہ تصنیف اور اس کی تحریک کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔ بہرحال یہ کتاب نہایت قیمتی مجموعہ ہے ہم اس مضمون کے لئے محترم جناب چودھری عطاء اللہ صاحب ایم اے صدر شعبہ فارسی تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے بہت ممنون ہیں۔

پنجاب کے فارسی شعراء میں فاضل مؤلف نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل رضی اللہ عنہ مرحوم، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ، محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر طال عمرہٗ اور محترم جناب حکیم عبدالرحمٰن صاحب عاجز طال عمرہٗ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ مؤلف نے سلسلہ احمدیہ کے ان احمدی شعراء کے کلام سے جو منتخب نمونے فارسی اشعار کے پیش فرمائے ہیں ان سے عیاں ہے کہ یہ بزرگ کس طرح توحید الٰہی، نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حقائق قرآنیہ اور عشق و محبتِ اسلام کے چلتے پھرتے نمونے تھے۔ درحقیقت ایسے ہی شعراء کی تعریف میں قرآن پاک نے "وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا" فرمایا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ کتاب نہایت مفید اور علمی خزانہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر علم دوست بھائی کی لائبریری میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے ——— (ایڈیٹر)

اقتباسات

(۱) میرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

"آپ ضلع گورداسپور کے قادیان نامی گاؤں میں ... اور در دہی کہ بنام قادیان معروف و مشہور

شہر معروف گورداسپور واقع است بدنیا آمدند۔ سال تولد وی ۱۸۳۵ است۔ از زمانِ کودکی نسبت بدینِ مبین اسلام علاقمند بود و مطالعات عمیقی را درپیرامون این مذہب آغاز نمود۔ در آں زمان ہندوہا و مسیحی ہا برعلیہ اسلام تبلیغ نمودہ۔ مردم را از جادۂ حق منحرف می گردانیدند۔ میرزا مذکور درجواب تبلغات ضد اسلامی قیام نمودہ و بادلائلی بسیار محکم و قاطع دشمنانِ اسلام را شکست داد۔ تعدادِ تصنیفات وی در حدود ہشتاد جلد است۔ ذوقِ شعری ہم داشت وکتابی باسم درثمین بزبان فارسی چاپ کرد۔ ورزیر انتخابی از آں کتاب دادہ شدہ است۔

میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے دین مبین اسلام سے محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اسلام کا بنظرِ غائر مطالعہ شروع کر دیا۔ اُن دنوں ہندو اور عیسائی اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر کے عوام کو راہِ حق سے منحرف کر رہے تھے (حضرت) میرزا صاحب موصوف اسلام کے خلاف اعتراضات کے جواب کے لئے کمربستہ ہوئے اور نہایت محکم اور قاطع دلائل کے ساتھ دشمنانِ اسلام کو شکست دی۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۸۰ کے لگ بھگ ہے۔ ذوقِ شعری بھی رکھتے تھے۔ فارسی میں درثمین نامی کتاب شائع کی۔ یہ کلام اسی کتاب سے منتخب ہے۔

نمونۂ کلام

سہ برآں سرم کہ سر و جاں فدائے تو بکنم ... کہ جان بیار سپردن حقیقت یاری است
ہیچ آگہی نبود ز عشق و وفا مرا ... خود ریختی متاعِ محبت بدامنم
فصلِ بہار و موسمِ گُل نایدم بکار ... کاندر خیال روی تو ہر دم بگلشنم
در کوئی تو اگر سرِ عشاق را زنند ... اوّل کسیکہ لافِ تعشق زند منم
ذرہ را تو بیک جلوہ کنی چوں خورشید ... اے بسا خاک کہ چوں ماہِ تاباں کردی
ہوشمندانِ جہاں را تو کنی دیوانہ ... اے بسا خانۂ فطنت کہ تو ویراں کردی
تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم ... اے جنوں گردِ تو گردم کہ چہ احساں کردی

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے ... آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار ... آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ ... در دلش پُر از معارف کوثرے
روشنی از وی بہر قومے رسید ... نورِ او رخشید بر ہر کشورے

منکہ از حسنش ہمے دارم خبر — جاں فشانم گر دہد دل دیگرے
یاد آں صورت مرا از خود برد — ہر زماں ستم کند از ناغرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال — لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے "

(صفحہ ۲۶۰-۲۶۱)

---

(۲) بسمل - عبیداللہ گورداسپوری

" مولانا عبیداللہ بن مولانا مظہر جمال در بمبئی پیش ایرانیاں فارسی یاد گرفت و پس کتابخانہ ہائے شہرہائے رامپور، بھوپال و حیدر آباد دکن را مورد باز دید قرار دادہ بوطن خویش باز گشت۔ مہارت تامی در شعر داشت و اشعار بسیار زیبای را میسرود - گفتہ اند کہ سنجر ملک الشعرائے ایران با بسمل ملاقات نمود و اشعارش را مورد تقدیر قرار دادہ و گفت: "واللہ من بہتر از و نتوانم گفت" بسمل در سال ۱۹۳۸ میلادی در شہر قادیان عرصہ وجود را ترک گفت۔ تصنیفاتش زیاد است - اما کتابہای زیر معروفیت دارد:-

۱- اتالیق فارسی- ۲- ترجمان پارسی -
۳- ارجح المطالب - ۴- حیاتِ بسمل -
۵- مرأۃ الاسلام - ۶- حق الیقین -

(حضرت) مولانا عبیداللہ بسمل بن مولانا مظہر جمال نے بمبئی میں ایرانیوں سے فارسی سیکھی۔ ازاں بعد رامپور، بھوپال اور حیدر آباد دکن کے کتب خانوں سے استفادہ کیا اور وطن واپس لوٹے۔ آپ کو فنِ شاعری میں مہارتِ تامہ حاصل تھی اور آپ کے شعر نہایت بلند پایہ ہوتے تھے۔ بیان کرتے ہیں جب ایرانی ملک الشعراء سنجر کی ملاقات بسمل سے ہوئی تو اس نے کلام بسمل کی تعریف کرتے ہوئے کہا "بخدا مَیں ان سے بہتر نہیں کہہ سکتا"۔ بسمل نے ۱۹۳۸ء میں قادیان میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد کافی ہے معروف تر یہ ہیں :-

۱- اتالیق فارسی- ۲- ترجمان پارسی -
۳- ارجح المطالب - ۴- حیاتِ بسمل -
۵- مرأۃ الاسلام - ۶- حق الیقین -

نمونۂ کلام

جرم بیروں از حساب و فسق بیروں از شمار — آنچہ کس نارد بدرگہ تو آں آوردہ ام

خام طبعی سست خوئی اخر چوئی بے عمل　　خود غرض جوزم گدائے ناتوان آوردہ ام

باد بسملی از رہِ ... زانگی　　رغبت یاران بہ مہر و دیوانگی

وہ چہ گویم از خرد بیگانہ شد　　مست شد، بدمست شد، دیوانہ شد"

(مصنف)

(۳) مولانا غلام رسول گجراتی

مولانا غلام رسول پسر میاں کرم دین در دہی
بنام ... جیکی از نواحی شہر گجرات در سال ۱۸۷۷ میلادی
متولد گردید و فارسی از میاں محمد دین کشمیری آموخت و
سکندر نامہ و بہار دانش و ابوالفضل را ہم در خدمت
استاد خود یاد گرفت سپس ... مولانا امام دین
... مثنوی مولانا روم را یاد گرفت تصانیف
متعددی دارد کہ چند آنہا ...
حیات قدسی، اظہار حقیقت
توحید باری تعالیٰ، تنقید الحقائق وغیرہ
اشعار خوبی را بزبان فارسی میسرود و دارای ذوق
بسیار لطیف و عالی بود ... ہنوز بچاپ نرسیدہ
است ... اشعار چند ... نقل میگردد کہ در
مدح ... عزیزی خود سرودہ است

حضرت مولانا غلام رسول ابن میاں کرم دین گجرات
کے نواحی گاؤں وڈالہ جیکی میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔
فارسی زبان میاں محمد دین کشمیری سے سیکھی اور انہیں سے
سکندر نامہ اور ابوالفضل کی نثر کی کتابیں پڑھیں اس
کے بعد مثنوی مولانا روم کی تعلیم مولانا امام دین سے
حاصل کی۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں
حیات قدسی، آئینہ حقیقت
توحید باری تعالیٰ، تنقید الحقائق وغیرہ
فارسی میں شعر خوب کہتے تھے اور نہایت لطیف
بلند پایہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان ابھی
غیر مطبوعہ ہے۔ چند اشعار جو آپ نے اپنے
... کی مدح میں کہے تھے نقل
کئے جاتے ہیں

میر صاحب محمد اسماعیل　　آنکہ می بود ہمچو ابن خلیل
وصف او در بیان نمی گنجد　　گر بیانش کنیم بالتفصیل
فطرتش فطرت ... او متصف بوصفِ جمیل

قد تجلی (اشداء) قریش منزل　　عاقلان شاد ہم از تجلی
منزلہ قریش بود منزلہ او　　پرتو آیش حقائق از تنزیل"

(ص ۲۶۲)

(۴) مظہر — محمد احمد پنجابی

"پدرش ظفر احمد در کپورتھلہ منشی بود، ایالت بود و منصب منشی گری را بعہدہ نمود داشت. محمد احمد باتفاق پدر خود بمجالس سخن و شعر حضور بہم میرسانید و در ہمان زمان علاقہ ای نسبت بہ شعر پیدا کرد۔ پدرش میخواست کہ محمد احمد از غزل اجتناب کند و فقط بسرودن نظم ہا و مثنوی ہا بپردازد و بہمین جہت ... شاعری آغاز کند۔ در ایام جوانی خود بلاہور رسید و بعد از پایان تحصیلات خود بشغل وکالت دادگستری درآمد۔ بزبان اردو شعر می سراید و بزبان فارسی تلمیذ حضرت بسمل بود۔ در تاریخ گوئی ہم ماہر است۔ فعلاً در شہر لائلپور زندگی می کند۔ ... بعنوان "..." بچاپ رسیدہ است۔ ... انتخاب شدہ از ہمان جا ..."

آپ کے والد (حضرت منشی) ظفر احمد صاحب ریاست کپورتھلہ میں منشی تھے۔ محمد احمد اپنے والد کے ہمراہ مجالس شعر و سخن میں حاضر رہتے۔ اس طرح اوائل عمر ہی میں شاعری سے لگاؤ پیدا کر لیا۔ ان کے والد صاحب کی خواہش تھی اور اسی شرط پر انہوں نے محمد احمد کو شاعری کی اجازت دی کہ وہ غزل سرائی سے مجتنب رہ کر صرف نظم اور مثنوی کی صنف کو اختیار کریں گے۔ جوانی کے ایام میں لاہور پہنچے۔ حصولِ تعلیم کے بعد وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ اردو میں شعر کہتے ہیں۔ فارسی میں حضرت بسمل کے شاگرد ہیں۔ تاریخ گوئی میں بھی ماہر ہیں۔ ان دنوں لائلپور میں سکونت پذیر ہیں۔ آپ کا دیوان بعنوان "..." شائع ہو چکا ہے۔ یہ اشعار اسی نسخہ سے منتخب ہیں۔

بیچو ... گر ... بیا ... گو　　... بجز ... اہلِ ...
... ہم ... گیرد ... بانوے　　... سخن ...
... از ... برای من　　... تو ... ہم ...
... سایہ ... آرام　　... لطف ...

ندارد کس چنیں سامانِ محرومی کہ من دارم — بہر گامی غلط رفتم بہر کاری خطا کردم
بکارِ خویش حیرانم بہ فہمم خود نمے آید — کہ من ایں نارواتی ہا چساں برخود روا کردم

گریباں چاک و دامن چاک و دل ہم چاک میدارم
ندانم چارہ گر آخر کرا عزم رفو دارد

بکوئے عشق اگر دیوانہ باشی — بہ شہرِ ما بسے فرزانہ باشی
دل و جاں در سرکارِ تو کردم — چرا سے پرسی چرا بیگانہ باشی

تاریخ وفات حضرت میر عنایت علی لدھیانوی گفتہ است:

عاشقاں بعد مرگ زندہ شدند — ہاں و ہاں زندہ را تو مردہ مخواں
بود متفکر بفکرِ سال وصال — آمد آواز غیب "الغفراں"

۱۳۶۲

تاریخ وفات سیدہ اُمِّ طاہر چنیں گفتہ است:

کرم نما و ببخشا و چارہ سازی کن — نگفتہ ئی کہ منم واسع و رؤف و رحیم
برائے سالِ وفاتش بفکر شد متفکر — ندائے غیب در آمد "مقیم باغِ نعیم"

۱۳۶۳

(صفحہ ۳۲۷-۳۲۸)

(۵) خاکی عبدالرحمٰن امرتسری

" ابوظفر حکیم عبدالرحمٰن خاکی در سال ۱۸۹۴ء در شہر امرتسر متولد گردید۔ او از خانوادۂ معروف طبیبانِ امرتسر بود۔ ولیسانس طب را از دانشکدۂ طب گرفتہ بود۔ آشنائی کاملے با زبانِ فارسی دارد و بایں زبان شعرمے سراید۔ در راولپنڈی زندگی مے کند و بازنشستہ است۔ دیوانش ہنوز تدوین نگردیدہ است۔ اما انتخاب اشعارش در زیر نقل مے گردد۔"

ابوظفر حکیم عبدالرحمٰن خاکی ۱۸۹۴ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ امرتسری اطباء کے مشہور خاندان کے فرد ہیں اور خود بھی طبیہ کالج کے سند یافتہ ہیں۔ زبانِ فارسی میں کامل دسترس رکھتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں۔ راولپنڈی میں اقامت پذیر ہیں اور وہیں بودوباش رکھتے ہیں۔ آپ کا دیوان ابھی مرتب نہیں ہوا۔ البتہ آپ کے منتخب اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

۵ ز ربِّ خود چو خواہی دلنوازی — قدم زن بر طریقِ پاکبازی
زنی دستِ طلب گر بر درِ حق — ترا آید میسّر کارسازی
نسازد ہیچ کس با تو در عالم — اگر تو با خدائے خود نسازی
ترا ہر شب شبِ قدر است اگر تو — بہ شبہا در عبادت جانگدازی
تو بازی باختی در منزلِ عشق — بریں بازی اگر نازی چہ نازی
خدایا بر منِ مسکیں نگاہے — کہ رحمانی، کریمی، کارسازی
شوی محمود را مقبول خاکی — بیاموزی چو آدابِ ایازی

الفت احمد چو پیوند بدن خواہد شدن — ایں دمن از فیضِ روحانی چمن خواہد شدن
فتح بابِ نصرتِ اسلامیاں نزدیک ہست — رنجِ ناکامی نصیبِ اہرمن خواہد شدن
چوں جمالِ یوسفی افروختہ بزمِ شہود — شاہدِ جرمِ حریفاں پیرہن خواہد شدن
سعی درکار است خاکی ازپئے اظہارِ دیں — لشکرِ محمود آخر بت شکن خواہد شدن

آنکہ عشقش در دلش مستور نیست — دعوئے اخلاصِ او منظور نیست
جز بہ تنویرِ تو اے نورِ ازل — سینۂ اشراقیاں را نور نیست
از خوشِ انفاسِ تو اے سحرِ حلال — نیست انسانی کہ او مسحور نیست
لذّتِ عشقت نیابد کورِ ذوق — دیدۂ بے معرفت را نور نیست
جز خطاہا نیست معمولِ مرا — جز عطا کردن ترا دستور نیست
بندۂ خاکی بہ جرمِ بے حساب — جز بالطافِ خدا مغفور نیست

مثلِ پروانہ فدا گشتند بر شمعِ جمال — عاشقانِ روئے خود را شعلہ سامانی ہنوز
خوشہ چینِ علمِ تو شد یک جہانِ عارفاں — طالبانِ فیض را خرمن بدامانی ہنوز
فرصتت بادا کہ ما را دردِ الفت دادۂ — غم نمے دارم ز دردِ خود کہ درمانی ہنوز
از خدا خاکی طلب کن کثرتِ انصارِ دیں — نصرتِ او در طلب گرد پریشانی ہنوز"

(صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد!

(۱) "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں دیے گئے اعداد
شمار کے مطابق مسلمانوں کی آبادی [illegible] کروڑ [illegible]
ہے ــــ جیمز فشر نے اپنی کتاب "[illegible]"
میں مسلمانوں کی تعداد [illegible] بتائی ہے [illegible]
کے ایک تحقیقی مقالہ میں یہ تعداد ۴۰ کروڑ ظاہر کی گئی ہے
امریکہ کے مشہور ہفت روزہ "ٹائم" نے یہ تعداد ۴۳ کروڑ
بتائی ہے ۔ ۱۹۶۵ء میں شائع ہونیوالے "ورلڈ المناک
(World Almanac)" میں بھی یہی تعداد تسلیم کی گئی ہے
موتمر عالم اسلامی کی رپورٹ "ورلڈ مسلم گزیٹیئر"
کے مطابق مسلمانوں کی [illegible] دنیا کے [illegible] کی تعداد
۴۶ ہے ۴۴ کروڑ ۲۰ لاکھ ۹۳ ہزار ۹ سو ۶۶ مسلمان موجود
ہیں نیم آزاد اسلامی ممالک میں مسلمانوں کی تعداد ۹ کروڑ
۲۷ لاکھ ۵۲ ہزار ۸ سو [illegible] غیر اسلامی ممالک
میں مسلمانوں کی تعداد ۷ کروڑ [illegible] لاکھ [illegible] ہزار [illegible]
شمار کی گئی ہے ۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کی مجموعی تعداد
۶۳ کروڑ ۷۰ لاکھ [illegible] ہے [illegible]
تنظیم عالم اسلامی کی یہ رپورٹ [illegible] ۱۹۶۲ء
میں شائع ہوئی تھی ۔ خیال ہے ۱۹۶۰ء تک کے اعداد و شمار
اس میں دیے گئے ہوں گے [illegible]
امریکہ نے ۱۹۶۰ء میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں
مسلمانوں کی تعداد ۶۰ کروڑ [illegible] لاکھ بتائی ہے
(۲) [illegible] کہ مختلف
براعظموں میں مسلمانوں کی کتنی تعداد ہے ۔

براعظم افریقہ

یہاں اسلام خلافت راشدہ کے دور میں پہنچ گیا
تھا ۔ اسلامی لشکر شمالی افریقہ فتح کرنے کے بعد بحر روم عبور
کر چکے تھے ۔ اس وقت افریقہ میں ایک محتاط اندازے
کے مطابق ۱۰ کروڑ ۴۴ لاکھ ۶ ہزار ۸ سو ۱۵ مسلمان
ہیں یہاں اب بھی دینی تعلیم و تبلیغ کا کام جاری ہے اور
لاکھوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں ۔

براعظم ایشیا

براعظم ایشیا میں ۳۴ ممالک ایسے ہیں جہاں
اسلام [illegible] ان کی تعداد ۳۲ کروڑ ۶۹ لاکھ
۶۰ ہزار ۳ سو ۹۲ ہے ۔

براعظم یورپ

یورپ کے [illegible] بشمول روس (روس
یورپ کا حصہ) [illegible] ہزار ۱ سو مسلمان آباد ہیں ۔

براعظم آسٹریلیا

یہاں اسلام [illegible] مسلمانوں کی تعداد ۱۰ ہزار
۳ سو ہے ۔

براعظم شمالی امریکہ

[illegible] لاکھ مسلمان موجود ہیں ۔

براعظم جنوبی امریکہ

[illegible] ۹ ہزار مسلمان آباد ہیں ۔

(ماخوذ از الجمعیۃ [illegible] نومبر [illegible])

النسآء رکوع ۱۲-۱۳

البیان

قرآن مجید کا سلسلہ اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انکو ان کی کرتوتوں کے

كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ

باعث اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں کو ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ قرار دیدیا ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا

گمراہ قرار دیدے تو اس کے لئے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں پائیگا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی انکی طرح کفر اختیار کر لو اور پھر

تفسیر ع ۱۲:- منافقین اپنی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تو ایسی کوشش کرتے ہیں مگر تم مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقوں کی ایسی کوششوں کو کامیاب ہونے دیتے ہو اور دو گروہوں میں بٹ جاتے ہو حالانکہ منافقوں کے طور طریقوں سے ظاہر ہے کہ وہ پھر کفر کی طرف عود کر رہے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا میں منافقین کی ٹیڑھی کرتوتوں کا اور ان کے نتیجہ کا ذکر ہے۔
الرَّكْسُ : قلب الشئ على رأسه ورد اوّله الى آخره يقال اركسته فرُكِسَ وارتكس فى امره قال تعالىٰ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اى ردّهم الى كفرهم (المفردات)

فرمایا کفر اور ایمان میں جبر نہیں ہے اسلئے جب منافق کافرانہ انداز اختیار کر رہے ہیں تو ان کا کفر کی طرف لوٹ جانا ظاہر ہو رہا ہے اب تم ان کو کس طرح ہدایت پر قائم رکھ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہر عمل کا نتیجہ ضرور پیدا ہوتا ہے تم قانونِ قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے —— یہ منافق تو ایسے بدباطن ہیں کہ نہ صرف خود کفر کی راہ اختیار کر رہے ہیں بلکہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنانا چاہتے ہیں اسلئے ان کے اثرات

كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

تم سب یکساں ہو جاؤ پس تم ایسے (بدخواہ) لوگوں میں سے

اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

دوست نہ بناؤ جب تک وہ راہِ خدا میں ہجرت نہ کریں اگر وہ پیٹھ پھیرلیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا

تو ان کو پکڑو اور جہاں انہیں پاؤ قتل کردو۔ اور

تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ

ان میں سے کسی کو دوست یا مددگار قرار مت دو۔ ہاں اس حکم سے وہ لوگ مستثنیٰ

يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ

ہیں جو ایسی قوم سے جا ملتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان میں معاہدۂ امن وحفاظت ہو چکا ہے یا

قبول کرنے والی دوستی ہرگز اختیار نہ کرو۔ ہاں اگر وہ اپنے بداعمال کو ترک کردیں اور حقیقی طور پر مرکز کو اپنالیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں ورنہ اپنی شرارتوں، ایذا رسانیوں اور سازشوں کے باعث یہ واجب القتل ہیں کیونکہ وہ دشمن گروہ کے افراد ہیں جن سے اعلانِ جنگ ہو چکا ہے۔

ہاں اُن میں سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ان قوموں کے حلیف بن جائیں جن سے تمہارے معاہدات ہیں یا جو خود آکر اپنی لاچاری کا اعتراف کریں کہ ہم جنگ میں نہ اِدھر حصہ لے سکتے ہیں نہ اُدھر سے لڑ سکتے ہیں۔ وہ کنارہ کش ہوکر امن چین سے زندگی بسر کریں ایسے لوگوں سے تم کوئی تعرض نہ کرو۔

فرمایا تمہیں کچھ ایسے لوگ بھی کافروں وغیرہ میں سے ملیں گے جو اپنی ظاہری چالاکی سے ہر دو طرف سے امن میں رہنا چاہتے ہیں لیکن جونہی انہیں کسی شرارت کا موقعہ ملے تو وہ اندھا دھند شرارت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تم اُن سے پوری طرح چوکس رہو، اُن کے دھوکہ میں نہ آؤ۔ یہ لوگ اگر تو سچ مچ تمہارے معاملات میں دخل دینے سے اجتناب اختیار کریں اور تم سے واقعی صلح کی کیفیت پیدا کریں اور کوئی عملی اقدام

جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ

وہ خود تمہارے پاس ایسی حالت میں آجاتے ہیں کہ اُن کے سینے اس سے عاجز اور تنگ ہیں کہ وہ تم سے جنگ کریں یا

يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ

اپنی قوم سے لڑیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا

فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا

اور پھر وہ ضرور تم سے لڑتے۔ پس یہ لوگ اگر تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے کسی قسم کی جنگ نہ کریں بلکہ تمہیں

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ○

آشتی اور امن کا پیغام دیں تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راہ نہیں بنائی۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا

عنقریب تم کچھ اور لوگوں کو پاؤ گے جو ظاہری طور پر چاہیں گے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی

نہ کریں تو بے شک اُن سے صلح رکھو ورنہ یہ لوگ فتنہ و فساد کے بانی ہیں واجب القتل قرار پا چکے ہیں۔ ان کو سزا دینے میں تم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اس بارھویں رکوع میں مسلمانوں کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی شرارتوں سے ہوشیار رہنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ بعض دفعہ انسان شریر دشمن کے بارے میں اس طرح میں دھوکہ کھا جاتا ہے کہ شاید یہ ہدایت یافتہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اپنے اندرونی اور بیرونی مخالفوں کے اعمال پر نظر رکھو، ان کی کارروائیوں کا ہر وقت جائزہ لیتے رہو۔ اپنے اعمال کے رُو سے تو وہ لوگ قتل کے مستحق ہیں لیکن تاہم اگر وہ اپنے عمل میں تبدیلی کریں اور صلح و آشتی سے رہنے لگ جائیں یا تمہارے ساتھ معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ شامل ہو کر آرام سے رہیں تو پھر اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ جب تک اُن کی طرف سے صریح بدعہدی اور شرارت کا اقدام نہ ہو تم پہل نہ کرو لیکن ان کے دھوکہ میں آنا مومنانہ فراست کے خلاف ہے۔ اس بارے میں پوری طرح

قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ

امن میں رہیں ۔ انہیں جب بھی فتنہ پردازی کا موقعہ ملے یا جب وہ آزمائش میں ڈالے جائیں تو وہ اوندھے مُنہ گر جائینگے

لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

پس یہ لوگ اگر تم سے کنارہ کشی اختیار نہ کریں اور تمہیں سلامتی کا پیغام نہ دیں اور اپنے ہاتھوں کو تم سے نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ

تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کر دو ۔ انہی لوگوں

ع ۱۲ / ۹ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

کے خلاف ہم نے تمہارے لئے کھلا برہان قائم کر دیا ہے ۔ کسی مومن کے لئے سزاوار نہیں

اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـاً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـاً

کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے بجز غلطی کے ۔ جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کر بیٹھے

بیدار رہو ۔

تفسیر ع ۱۳ ۔ اس رکوع میں قتل مومن کی مختلف صورتوں کے بارے میں احکام بیان ہوئے ہیں ۔ نیز مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دے کر اس کی فضیلت بتائی گئی ہے ۔

فرمایا مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی سزا جہنم اور خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہے ۔ یہ کام کوئی مومن تو نہیں کر سکتا یہ صرف کافر ہی کر سکتا ہے ۔ اسلئے جو لوگ مومنوں کو قتل کرتے ہیں یا اُن کے قتل کے درپے رہتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں مستحق عذاب ہیں ۔ ایسے لوگوں سے ہی مقاتلہ کے احکام گزشتہ رکوع میں دیئے گئے ہیں ۔

مومن کے ہاتھوں کسی مومن کا جان بوجھ کر قتل ممکن نہیں تو پھر اگر غلطی سے کوئی مومن دوسرے مومن کے ہاتھوں مارا جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟ فرمایا ایسے غلطی کار مومن کی سزا یہ ہے کہ وہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے جو ایماندار ہو نیز مقتول کے وارثوں کو خون بہا (دیت)

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ

تو اسکے ذمہ ایک مومن گردن (غلام) کا آزاد کرنا اور مقررہ دیت (سو اونٹ) اس مقتول کے وارثوں کو دینا ہے

اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ

سوائے اسکے کہ وہ لوگ صدقہ کر دیں یعنی دیت معاف کر دیں۔ اگر وہ (مقتول) تمہارے دشمن قبیلہ سے ہو اور وہ خود

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ

مومن ہو تو غلطی سے قتل کرنیوالے کے ذمہ صرف ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ ہاں اگر مقتول مومن ایسے قبیلہ کا فرد تھا

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ

جن سے تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کرنا بھی ضروری ہے

وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

اور ایک مومن گردن کا آزاد کرنا بھی لازمی ۔　　جسے یہ میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ

ادا کرے جو اُس وقت کے طریق کے مطابق ایک سو اونٹ یا ان کی قیمت مقرر تھی۔ رقبۃ مؤمنۃ کا آزاد کرنا معاشرہ کے نقصان کی تلافی کی صورت ہے اور دیت دینا ورثاء کے نقصان کا گونہ بدلہ ہے۔ جو مومن کسی دوسرے مومن کے ہاتھوں غلطی سے قتل ہو گیا ہے اگر وہ ایسے قبیلہ سے ہو جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار رہے تو ایسے قاتل کو صرف مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہوگا دیت کی ادائیگی اس کے ذمہ نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسے حالات میں دشمنوں کو مالی تقویت پہنچانا تو مسلم معاشرہ کو شدید نقصان پہنچانا ہے۔ ہاں اگر وہ قبیلہ مسلمان تو نہیں مگر مسلمانوں سے اُن کا صلح کا معاہدہ ہے اور وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کر رہے تو پھر غلام آزاد کرنے کے علاوہ دیت کی ادائیگی بھی لازمی ہوگی کیونکہ عہد و پیمان کی وجہ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس روپیہ کو مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کرینگے۔

اسلام کے اس قانون سے عیاں ہے کہ وہ معاہدات کا کس درجہ احترام کرتا ہے اور اسلام کا فریق معاہد سے بھی یہی امید رکھتا ہے کہ وہ معاہدہ کی پابندی کرے گا۔

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

دو مہینوں کے مسلسل لگاتار روزے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

جاننے والا اور حکمتوں کا مالک ہے۔ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

تو اس کی سزا جہنم ہوگی جس میں بہت لمبے عرصہ تک رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور اسے لعنت کرے گا اور اس نے ایسے قاتل کے لئے بڑا عذاب مقرر فرمایا ہے۔ اے

اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا

ایماندارو! جب تم راہِ خدا میں سفر کرو تو پوری تحقیق کر لیا کرو اور

اگر غلطی سے قتل کرنے والا مسلمان مفلس اور قلاش ہو، دیت وغیرہ کی رقم نہ دے سکے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ ۲ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ گویا اگر مالی بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو اسے جسمانی سزا برداشت کرنی پڑے گی۔ مُتَتَابِعَيْنِ کا مفہوم یہ ہے کہ روزے متواتر بغیر کسی ناغہ اور وقفہ کے ہوں گے۔

آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کا مقصد خواہ مخواہ لوگوں کو تکلیف دینا نہیں ہے یہ احکام اور پابندیاں صرف حقیقی دشمنوں کے شر کے سدِ باب کے لئے ہیں۔ اگر کوئی صلح پسند ہے اور امن سے رہنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تفسیر کشاف میں لکھا ہے "وقرئ مؤمَنًا بفتح المیم من آمنه ای لا نؤمنك" کہ لستَ مؤمنًا کی دوسری قراءت مؤمَنًا ہے میم کی زبر کے ساتھ جس کے معنے ہوں گے کہ ہم تجھے امن نہیں دیتے۔ فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہنا کہ جو تم سے مسالمت کی

لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ج

اُس شخص کو جو تمہیں سلامتی کا پیغام دے یونہی نہ کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے ۔

تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ز فَعِنْدَ اللّٰہِ

اِس طرح تم ورلی زندگی کا سامان چاہو گے ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں

مَغَانِمُ کَثِیْرَةٌ ط کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰہُ

بہت غنیمتیں موجود ہیں ۔ تم خود بھی پہلے اسی طرح کمزور اور غیر معروف تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان

عَلَیْکُمْ فَتَبَیَّنُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

فرمایا پس اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی

خَبِیْرًا ○ لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ

خبر رکھنے والا ہے ۔ مومنوں میں سے معذور اور ضرر رسیدہ لوگوں کے سوا باقی جنگ سے بیٹھ رہنے والے

زندگی بسر کرے تم دنیوی سامان کے لالچ میں اُسے دشمن قرار دے کر اُس کے مال و منال پر قبضہ کر لو یہ نا جائز ہے ۔ تمہیں اِس قسم کے ادنیٰ حیلوں کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت غنائم مقرر فرما دی ہیں جو تمہیں مل کر رہیں گی ۔ تم بھی پہلے کمزور تھے اسلئے ہر شخص کے بارے میں پُوری تحقیق سے کام لیا کرو ۔ یونہی کسی امن پسند شخص کو اپنا دشمن قرار دے کر اس سے لڑائی مت شروع کرو ۔

اِس آیت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جو شخص تمہیں مُنہ سے السلام علیکم کہہ دے اُسے تم غیر مومن قرار نہ دو ۔ آیت کے سیاق و سباق میں اِس قسم کے استدلال کے لئے موزونیت نظر نہیں آتی ۔ یہ آیت عرصۂ جنگ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی تفسیر واضح ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے مجاھد اور قاعد میں فرق بیان فرمایا ہے ۔ اسلام میں ایمان

أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ

اور راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر

وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

نہیں ہو سکتے ۔ اللہ تعالیٰ نے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر خاص

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى ۚ وَفَضَّلَ

فضیلت بخشی ہے ۔ اور ہر ایک سے اللہ نے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے

اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ

نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم کے لحاظ سے بھی فضیلت عطا فرمائی ہے جو اس کی طرف سے

ع ۱۳/۱۰ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

درجاتِ عالیہ، مغفرت، اور خاص رحمت کی صورت میں ہو گی ۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے ۔

ایک زندہ طاقت ہے اور مومن کی زندگی فعّال زندگی ہوتی ہے ۔ جہاد مسلسل اور پیہم سعیٔ حق کا نام ہے ۔ جہاد کی تفضیلت درجات، مغفرت اور رحمت تین پہلوؤں سے بیان فرمائی ہے ۔ جہاد مال کے ساتھ بھی ضروری ہے اور جان کے ساتھ بھی ۔ مومن ہر وقت جہاد میں ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے معذور مومنوں کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ۔ دوسری جگہ ان معذوروں میں نابینا ۔ لولا ۔ لنگڑا اور بیمار کا ذکر فرمایا ہے ۔ جو لوگ معذور نہ ہوں اُن کا جہاد بالسیف میں شامل ہونا لازمی ہے ۔ مجاہدین کو دنیا و آخرت میں درجات ملتے ہیں ۔ ایسے ہی لوگوں سے قومیں زندہ رہتی ہیں ۔ اور زندہ قومیں اپنے مجاہدوں کا ذکرِ خیر قائم رکھتی ہیں ۔ ان کا نام عزّت سے یاد کیا جاتا ہے ۔ ان کے خاندانوں کو عزّت نصیب ہوتی ہے ۔ آخرت میں بھی مجاہد کے لئے خاص مغفرت اور رحمت مقدر ہے ۔ مجاہد کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا ۔ یا تو وہ زندہ رہ کر فاتح ہوگا یا شہید ہو کر جنّت کا وارث بنے گا ۔ ہر دو حالتوں میں اس کے لئے خوشی اور مسرّت حاصل ہوتی ہے ۔ یہ بہت بڑا اجر ہے ۔

خلفائے راشدین کے تجدیدی کارنامے

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

جَدَّدَ و اَجَدَّ الشئَ کے معنے ہیں صَیَّرَہ جدیداً یعنی کسی چیز کو نیا کر دیا۔ اَجَدَّ الامْرَ کے معنے ہیں حَقَّقَہٗ و اَحْکَمَہٗ یعنی اسے خوب پختہ اور مضبوط کر دیا۔

سو تجدیدی کارناموں سے مراد خلفائے راشدین کے ایسے کام ہیں جن سے انہوں نے دینِ اسلام میں ترو تازگی پیدا کی اور اس کو خارجی آمیزشوں سے پاک رکھا اور اس کی تعلیم کو بگاڑ سے محفوظ کیا اور اس میں استحکام پیدا کیا۔ استحکام میں وہ غزوات بھی آجاتے ہیں جو انہوں نے دینِ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے لڑے لیکن اس جگہ اس حصہ کو بیان کرنا مقصود نہیں۔

چاروں خلفاء کے کارنامے تو اتنے تھوڑے وقت میں بیان نہیں کئے جا سکتے۔ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل:۔

آپ کو اس بارہ میں سب پر فوقیت اور اوّلیت حاصل ہے۔ اگرچہ آپ کی خلافت کی مدّت صرف سوا دو سال تھی لیکن یہ عرصہ تجدیدی کارناموں سے بھرا ہوا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہؓ میں عجیب پریشانی اور سراسیمگی پھیل گئی۔ اس پیار اور عشق کی وجہ سے جو اُن کو حضورؐ کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ تھا۔ انہیں یہ خیال بھی نہ آتا تھا کہ کسی دن حضورؐ ان سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ جیسے زیرک انسان کا اس وقت یہ حال تھا کہ آپ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے:۔

اِنَّ رِجَالًا مِن المنافقین زَعَمُوا
اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
مات وانّہ لم یمُتْ وانّہ ذھب
الی ربّہ کما ذَھَبَ مُوسٰی ولیرجعنّ
ویُقَطِّعَنَّ اَیْدی رِجالٍ واَرْجُلَھُمْ
(ابن خلدون)

ترجمہ - کچھ منافق یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ آپؐ فوت نہیں ہوئے بلکہ اسی طرح اپنے رب کے پاس گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ گئے تھے۔ آپؐ ضرور واپس آئیں گے اور واپس آکر ان (منافقین) کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔"

قریب تھا کہ یہ غلط فہمی مسلمانوں کو غلط عقائد میں مبتلا کر دیتی جس طرح بعض اور قومیں مبتلا ہو چکی تھیں جیسا کہ عیسائی جو ایک عاجز انسان کو آسمان پر چڑھا کے لے گئے اور اس کے وہاں اِس جسم خاکی کے ساتھ زندہ رہنے اور پھر اس دنیا میں واپس آنے کے قائل ہو گئے اور اس سے ایک دنیا کو شرک میں مبتلا کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ یہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور حجرۂ مبارک میں جا کر حضرت عائشہؓ کی گود سے سرِ مبارک لیکر اچھی طرح دیکھ کر فرمایا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر کی تھی وہ تو آچکی۔ اس کے بعد پھر کبھی آپ موت کی تکلیف نہیں اٹھائیں گے۔" (سیرۃ ابن ہشام) اس کے بعد آپ باہر آئے اور حضرت عمرؓ کو خاموش کرا کر فرمایا۔ ایّھا الناس انّہٗ من کان یعبد محمدًا فانّ محمدًا قد مات ومن کان یعبد اللہ فانّ اللہ حیٌّ لا یموت وتلا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَإِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں خدا کی قسم لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ آیت پہلے کی نازل شدہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت کہا "خدا کی قسم یہ وہ آیت ہے کہ میں نے ابوبکرؓ کو ہی تلاوت کرتے سُنا۔ پھر مجھ پر اتنی وحشت طاری ہوئی کہ میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹِک رہے تھے۔ اور اس وقت میں سمجھ گیا کہ واقعی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔" (سیرت ابن ہشام)۔ اسی موقعہ پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے مرثیہ میں یہ شعر بھی پڑھا تھا جس نے صحابہؓ کے نہایت درجہ زخمی دلوں کی ترجمانی کی ؎

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

اس طور سے مسلمانوں کا اجماع اس امر پر بھی ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی باقی سب نبیوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اگر ان کو اس وقت مستثنیٰ سمجھا جاتا تو صحابہؓ کی یہ آگ کبھی ٹھنڈی نہ ہوتی اور وہ ہرگز اس بات پر راضی نہ ہوتے کہ حضرت عیسیٰؑ تو زندہ آسمان پر اٹھائے جائیں اور ان کا محبوب آقا، ان کے دل و جان سے عزیز رسول، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، ان کے دلوں کی راحت اور ان کی زندگیوں کا نور زمین کے نیچے دفن کیا جائے۔ سو اس عظیم الشان غلطی کے دور کرنے کا موجب حضرت

ابوبکرؓ ہوئے ۔

۲۔ حضرت ابوبکرؓ کا ایک کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خلافت کے متعلق جو شدید قسم کا اختلاف رونما ہوا اُسے دُور کیا اور اسلام کو خلافت کی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ حضورؐ کی وفات پر منافق لوگوں نے اپنی سازشوں میں مسلمانوں کو بھی مبتلا کر دیا۔ حضورؐ کی جانشینی کے مسئلہ پر انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے میں سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کی تجویز کی۔ سعد بن عبادہ نے بھی اپنی تقریر میں کہا کہ خلافت صرف انصار کا حق ہے اور کسی کا نہیں۔ اس تجویز پر بحث ہونے لگی کہ یہ صورت کامیاب ہو سکے گی یا نہیں تو بطور اقل یہ مطالبہ تجویز کیا گیا کہ ایک امیر انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے۔ حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت نبی کریمؐ کے مکان پر حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی۔ یہ دونوں بزرگ سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی مل گئے۔ انہوں نے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت عمرؓ تقریر کرنے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے انہیں روک دیا اور خود یہ تقریر فرمائی :-

"عبد اللہ بن عبد الرحمان سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے حمد و ثناء کے بعد کہا اللہ نے اپنی مخلوقات کے پاس محمدؐ کو اپنا رسول اور اپنی اُمت کا نگران مقرر کر کے مبعوث فرمایا تاکہ صرف اسی کی پرستش ہو۔ اس کی وحدانیت تسلیم ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اللہ کے سوا مختلف معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور مدعی تھے کہ یہ معبود اللہ کے یہاں ان کی سفارش کرنے والے اور نفع پہنچانے والے ہیں حالانکہ وہ پتھر سے تراشے یا لکڑی سے بنائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرّھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ وقالوا ما نعبدھم الّا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ رسول اللہؐ کا یہ پیغام عربوں کو ناگوار ہوا اور وہ اپنے آبائی دین کے ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اللہ نے آپؐ کی تصدیق کے لئے مہاجرین اولین کو مخصوص فرمایا۔ وہ آپؐ پر ایمان لائے۔ انہوں نے آپؐ کے ساتھ ہر حال میں رہنے کے لئے شرکت کی اور باوجود اپنی قوم کی ایذارسانی اور تکذیب کے انہوں نے رسول اللہؐ کا ساتھ دیا حالانکہ تمام لوگ ان کے مخالف تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ مگر وہ باوجود تمام لوگوں کے ظلم اور ان کے خلاف جتھا بندی کے اپنی قلتِ تعداد سے کبھی متاثر اور خائف نہیں ہوئے۔ اس طرح وہ پہلے

ہیں جنہوں نے اس زمین میں اللہ کی عبادت کی اور اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ وہ رسول اللہؐ کے ولی اور خاندان سے ہیں اور ان کے بعد اس منصب امارت کے سب سے زیادہ وہی مستحق ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اس حق میں سوائے ظالم کے اور کوئی ان سے تنازعہ نہیں کریگا۔ اب رہے تم انصار۔ کوئی شخص دین میں تمہاری فضیلت اور ابتدائی شرکت اور خدمت کا منکر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے رسولؐ کی حمایت کیلئے تم کو اختیار کیا اور اسی لئے وہ تمہارے پاس ہجرت کر کے آئے۔ اس وقت بھی ان کی اکثر ازواج اور اصحاب تمہارے یہاں رہتے ہیں۔ بیشک پہلے مہاجرین کے بعد تمہارے مقابلے میں کسی اور کی منزلت نہیں ہے لہذا مناسب ہوگا کہ امیر ہم ہوں اور تم وزیر۔ ہر معاملے میں تم سے مشورہ لیا جائے گا اور بغیر تمہارے اتفاق رائے کے ہم کوئی کام نہیں کریں گے۔" (طبری)

حبابؓ بن المنذر نے اس کی مخالفت کی اور انصار میں سے خلیفہ بنانے پر اصرار کیا اور دھمکی بھی دی لیکن انہی میں سے ابو عبیدہؓ نے کہا اے گروہ انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے دین کی حمایت اور نصرت کی ہے۔ اب یہ نہ ہونا چاہیئے کہ سب سے اول تم ہی اس میں تغیر اور تبدل کرو اور اسلام کی بات بگاڑ دو۔ بالآخر سب نے حضرت ابوبکرؓ کے اوپر اتفاق کر لیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اس طرح سے یہ فتنہ دور ہوا ورنہ جو اسکے نتائج ہوتے وہ ظاہر ہیں۔ گویا نعوذ باللہ اسلام کا خاتمہ ہو جاتا۔ خلافت خدا کی قدرت ثانیہ ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کو کمزور کر دیا جاتا تو اسلام کس طرح پنپ سکتا اور ترقی کر سکتا اور ہر سو پھیل سکتا؟

۳۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کی تکمیل کی۔ حسنؒ بن ابی الحسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی وفات سے پہلے اہل مدینہ اور حوالی مدینہ سے ایک مہم مقرر فرمائی اور اس کا سردار حضرت اسامہؓ کو مقرر فرمایا حالانکہ اس لشکر میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ یہ فوج پوری طرح خندق کو پار نہیں کر چکی تھی کہ رسول اللہؐ کی وفات ہو گئی۔ حضرت اسامہؓ سب کے ساتھ ٹھہر گئے اور حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا کہ تمام اکابر صحابہ اور بہادر مسلمان اس مہم میں شامل ہیں اور اس وقت خلیفۃ المسلمین اور مسلمانوں کے متعلقین کی جانوں کا اندیشہ ہے کہیں مشرک اچانک سب کو قتل نہ کر دیں اسلئے اس فوج کی واپسی کا حکم فرمائیں۔ بعض انصار نے یہ بھی کہا کہ اگر حضرت ابوبکرؓ واپسی کی اجازت نہ دیں تو ان کی

طرف سے عرض کیا جائے کہ کسی بڑی عمر والے کو امیر مقرر فرمائیں۔

حضرت عمرؓ نے مدینہ میں آکر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں عرض کیا اور حضرت اسامہؓ کی درخواست پیش کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتّے اور بھیڑیے تنہائی کی وجہ سے مجھے کھالیں تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ردّ نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ درخواست کی کہ کسی بڑی عمر والے کو امیر مقرر فرمائیں۔ اس پر آپ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ لی اور فرمایا "اے ابن خطاب! اللہ تمہاری ماں کا بُرا کرے کہ تم مر جاتے بھلا جس شخص کو رسول اللہؐ نے اِس منصب پر فائز کیا ہے تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اسے علیحدہ کر دوں۔" (طبری)

ہشام بن عروہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی اور خود انصار نے بھی اختلاف کے بعد ان کی بیعت کر لی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اسامہؓ کی مہم پوری ہونی چاہیئے۔ اُس وقت یہ حالت تھی کہ تمام عرب کے قبائل کچھ مرتد ہو چکے تھے اور کچھ ہو رہے تھے۔ بہرحال کوئی پورا قبیلہ مسلمان نہیں رہا تھا۔ ہر طرف نفاق پھوٹ پڑا تھا اور یہود اور نصاریٰ بھی مسلمانوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور خود مسلمانوں کی حالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے ان بھیڑ بکریوں کی سی ہو گئی تھی جو سردیوں کی رات میں تتر بتر ہو گئی ہوں۔ صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ لے دے کے یہی مسلمان ہیں جو آپ کے سامنے ہیں۔ عربوں کے ارتداد کی حالت کو آپ دیکھ رہے ہیں اسلئے یہ مناسب نہیں کہ حضرت اسامہؓ اور باقی مسلمانوں کو اِس وقت باہر بھیجا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اُٹھا لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ کی مہم کو اس کے کام پر روانہ کروں گا جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اور اگر تمام بستیوں میں میرے سوا اَور کوئی نہ رہے تو میں اکیلا ہی آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔" (طبری)

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ خود اسامہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سب کو خطاب فرما کر اس بارہ میں تسلّی دی۔ اس مہم میں قیام اور واپسی کے علاوہ چالیس دن خرچ ہوئے۔

۴۔ اس وقت جھوٹے مدعیانِ نبوّت کا فتنہ پیدا ہو گیا اور اس کو فرو کرنے کا کارنامہ بھی بہت بڑا ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو دی۔ یہ جھوٹے مدعی مسلمانوں کی حکومت کے خلاف بغاوت پھیلا کر اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔ مسیلمہ کذاب نے سنہ ۱۰ھ میں نبوّت کا دعویٰ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ کے ساتھ نبوّت میں شریک ہوں نصف دنیا آپ کی ہے اور

نصف میری۔ آنحضرتؐ نے اس کا جواب دیا:۔

"من محمد رسول اللہ إلی مسیلمة الکذاب۔ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین" (طبری)

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اس قسم کے اور لوگ بھی پیدا ہو گئے۔ طلیحہ بن خویلد۔ اسود عنسی۔ مسیلمہ بن حبیب۔ سجاح بنت حارث تمیمیہ سجاح نے اپنی طاقت کو بڑھانے کے لئے مسیلمہ سے شادی کر لی۔ ان مدعیان کا اثر وبا کی طرح عرب میں پھیل گیا اور اس کا انسداد نہ ہوتا تو اسلام کا سارا کاروبار درہم برہم ہو جاتا اور حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ حضرت ابوبکرؓ نے انکی طرف خاص توجہ کی اور ان کے مقابلہ کے لئے آپ نے حضرت علیؓ کا انتخاب فرمایا لیکن وہ اس وقت گوشہ نشینی کی حالت میں تھے اسلئے آپ نے خالدؓ بن ولید کو مقرر فرمایا جو اس مہم کے لئے سنہ ۱۱ھ میں حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری کے ہمراہ مہاجرین و انصار کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے نکلے۔ مسیلمہ کذاب اس مقابلہ میں مارا گیا اور اس کی بیوی سجاح بھاگ کر بصرہ چلی گئی۔ جہاں وہ کچھ دنوں بعد مر گئی۔ اسود عنسی نشہ کی حالت میں مارا گیا۔ باقی سب کی طاقت بھی ختم کر دی گئی۔

۵۔ اس فتنے کے ساتھ فتنۂ ارتداد بھی شروع ہو گیا۔ حضرت نبی کریمؐ کی وفات کے جلد بعد بہت سے قبائل اور سرداران عرب نے اسلام سے ارتداد اختیار کیا۔ قریش اور ثقیف کے علاوہ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا کہ سارے کا سارا مرتد نہ ہو گیا یا اس کے بہت سے لوگ مرتد نہ ہو گئے ہوں۔ یہ مختلف حالات کا اثر تھا۔ اس ارتداد کا بڑا مقصد سیاسی تھا یعنی حکومت پر قبضہ کرنا۔ مرتد ہونے والے سرداروں میں سے ہر ایک اپنے حلقہ کا بادشاہ بن بیٹھا۔ چنانچہ نعمان بن منذر نے بحرین میں، لقیط بن مالک نے عمان میں علم بغاوت بلند کئے۔ اسی طرح کندہ کے علاقہ میں بہت سے بادشاہ بن گئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مدعیان نبوت کی بغاوت سے فارغ ہو کر اس طوائف الملوکی کی طرف توجہ فرمائی اور ان سب کا قلع قمع کیا۔ اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے بھی حضرت ابوبکرؓ نے نہایت تدبر اور جوانمردی سے کام لیا۔

۶۔ ان کے ساتھ ساتھ ہی منکرین زکوٰۃ کا ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا۔ گویا یہ سارے فتنے یکے بعد دیگرے جلد جلد پیدا ہو گئے۔ قبیلہ عبس و ذبیان اور ان کے ساتھ بنو کنانہ کے کچھ لوگوں نے متفق ہو کر چند آدمیوں کا وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا جنہوں نے نمازوں میں کمی اور زکوٰۃ کی معافی کی درخواست کی۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ زکوٰۃ کے بارے میں زیادہ سختی نہ کی جائے۔ ان میں حضرت

عمرؓ بھی شامل تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم اگر ایک عقال (رسی جس سے اونٹ کی ٹانگ باندھی جاتی ہے) نہ دیں گے تو بھی میں ان سے جہاد کروں گا اور پانچ وقت کی نمازوں سے ایک رکعت کی بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ اس جواب سے ایک حصہ منکرین زکاۃ تو بہت مشتعل ہوا اور مقابلہ کے لئے بھی آگئے لیکن ہزیمت اٹھا کر چلے گئے۔ بہرحال تنبیہہ و توبیخ کے بعد بہت سے لوگ خود زکاۃ لیکر آگئے۔ صدقات سے منکر ہونے والے قبائل میں مورخ ابن خلدون نے بنی عمرو بن معاویہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شریعت میں کسی قسم کے تغیر کو برداشت نہیں کیا اور ایسے لوگوں کا بڑی سختی سے مقابلہ فرمایا اور ان سے احکام شریعت منوائے۔

۷۔ جمع و ترتیب قرآن کے سلسلہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے ایک بڑا کام سرانجام دیا۔ مدعیان نبوت اور فتنہ ارتداد کے مقابلہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے خصوصاً یمامہ کی خونریز جنگ میں۔ قرآن کریم کی تدوین کی اس وقت یہ صورت تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آیات نازل ہوتیں تو صحابہؓ ان کو کھجور کی شاخ، ہڈی، چمڑے پتھر کی تختی یا کسی خاص قسم کے کاغذ پر لکھ لیتے تھے۔ اور حضورؐ کی ہدایت کے مطابق انہیں ترتیب دیتے تھے۔ جب ایک سورۃ ختم ہو جاتی تو اس کا نام الگ رکھا جاتا۔ چنانچہ حدیثوں میں ذکر آتا ہے کہ حضور فلاں فلاں نمازیں فلاں فلاں سورتیں تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اس بارہ میں جو کام کیا علامہ حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں اسے ان الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

"قد اعلم الله تعالىٰ في القرآن بانه مجموع في الصحف في قوله يتلو صحفاً مطهرة الآية وكان القرآن مكتوباً في الصحف لكن كانت متفرقة۔ جمعها ابوبكر في مكانٍ واحدٍ ثم كانت بعده محفوظة الى ان امر عثمان بالنسخ منها عدة مصاحف وارسل بها الى الامصار (فتح الباری جلد ۹ ص ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے قول یتلوا صحفاً مطھرۃ میں بیان فرما دیا ہے کہ قرآن صحیفوں میں جمع ہے۔ قرآن شریف صحیفوں میں لکھا ہوا ضرور تھا لیکن متفرق تھا حضرت ابوبکرؓ نے ایک جگہ جمع کر دیا۔ پھر ان کے بعد محفوظ رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان نے متعدد نسخے نقل کرا کے دوسرے شہروں میں روانہ کرائے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے ان متفرق اجزاء کو جمع کر کے کتاب کی صورت میں مدون کرنے کا کام حضرت زیدؓ بن ثابت کے سپرد کیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی رہے تھے۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے خزانہ میں محفوظ رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے قبضہ میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت

حفصہؓ کے سپرد کر دیا اور حکم دیدیا کہ جس نے اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے کرلے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے چند نسخے نقل کرا کے دوسرے مقامات میں روانہ کرائے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں اس بارہ میں تفصیلی بحث کی ہے۔ بخاری نے زیدؓ بن ثابت سے روایت کر کے ایک لمبی حدیث لکھی ہے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی جمع قرآن پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے محکمہ افتاء بھی قائم فرمایا تاکہ مسائل فقہ کی تحقیق و تدقیق اور اشاعت ہوتی رہے۔ اس میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت ابیؓ بن کعب، حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے صحابہ کو جو اپنے علم و اجتہاد میں ممتاز تھے مقرر و مامور فرمایا۔ ان کے سوا اور کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی۔

۹۔ اشاعتِ اسلام کا کام۔ آپؓ نے تمام عرب میں پھر نئے سرے سے اسلام کی دعوت دینے کا انتظام فرمایا۔ جو بیرونی اور اندرونی فتنے اس وقت پیدا ہوئے اور جنہوں نے اسلام کے افق پر سیاہ بادلوں کی صورت اختیار کی ان کا انسداد ہی درحقیقت اسلام کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔ تاہم آپ اس کے علاوہ تبلیغِ اسلام سے بھی غافل نہیں رہے اور دعوتِ اسلام پھیلانے کا انتظام کیا۔ رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ میں جو فوجیں روانہ کیں انہیں بھی ہدایت دی کہ سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دیں اور ان قبائلِ عرب میں بھی اسلام پہنچائیں جو اُن کے علاقوں میں آباد ہیں۔ چنانچہ اس طور سے بنی وائل کے تمام بُت پرست اور عیسائی اور عراق، عرب اور حدودِ شام کے اکثر عربی قبائل مسلمان ہو گئے۔

۱۰۔ حضرت رسول کریمؐ کی طرف سے ایفائے عہد بھی آپؓ نے کیا۔ جن لوگوں کو حضورؐ نے مال دینے کا وعدہ فرمایا تھا انہیں مال دیا۔ مثلاً حضرت جابرؓ اور حضرت ابوبشیر مازن کو۔ آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی قرضہ حضرت نبی کریمؐ کے ذمہ ہو تو آکر قرضہ لے لے۔ امہات المؤمنینؓ کی رہائش اور آرام کا بھی خاص خیال رکھا۔ حضورؐ نے جن لوگوں کے لئے کوئی وصیت فرمائی تھی اُسے بھی پورا کیا۔ غرضیکہ ہر رنگ میں آپؓ نے حضرت نبی کریمؐ کی قائم مقامی فرمائی اور خلافت کا حق ادا کیا۔ اور اسلام کو بیرونی اور اندرونی فتنوں سے محفوظ کیا۔

نئے خریداری نمبر اور پتوں کی تصحیح

گزشتہ دنوں نئے جائزہ کے ماتحت خریدار اصحاب کے نمبر خریداری تبدیل ہو گئے ہیں۔ اب پتے پر جو نمبر خریداری ہوتا ہے آپ دفتر سے خط و کتابت میں اسی کا حوالہ دیں۔ نئے سال سے پختہ خریدار حضرات کے پتے طبع کرائے جا رہے ہیں براہ کرم وہ جس مستقل پتہ پر رسالہ منگوانا چاہیں اس سے جلد سے جلد مطلع فرما دیں۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

مسلسل

سوالات اور ان کے جوابات

(۸) سوال۔ آدمؑ سے لیکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی آئے ان کی تاریخ بتلاتی ہے کہ ایک جماعت نے انہیں نبی تسلیم کیا اور دوسری جماعت نے ان کی نبوت کا انکار کیا۔ تاریخ میں ایسا کوئی نبی نہیں ملتا کہ جس کے ماننے والوں میں دو جماعتیں ہوں ایک اس کو نبی مانتی ہو اور دوسری اس کی نبوت سے انکار کرتی ہو جیسا کہ مرزا غلام احمد مدعی نبوت کے ماننے والوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں ایک انہیں نبی مانتی ہے اور دوسری ان کی نبوت کا انکار کرتی ہے اگر ایسا کوئی نبی ہوا ہے تو ثبوت پیش کیا جائے۔

(اعجاز احمد زرعی یونیورسٹی لائل پور)

الجواب۔ سارے نبیوں کے نام اور ان کی تاریخ تو محفوظ نہیں ہے۔ تاہم ہمیں تاریخی مثال ملتی ہے اور وہ مثال بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے جن سے مماثلت کا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دعویٰ فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں میں ایک گروہ عنانیہ نام سے موجود تھا۔ یہ لوگ عنان بن داؤد کی نسبت کی وجہ سے عنانیہ نام سے پکارے جاتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نبی نہیں ہیں صرف ولی ہیں انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

امام ابو الفتح شہرستانی اس فرقہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"یصدقون عیسٰی علیہ السلام فی مواعظہ واشاراتہ ویقولون انہ لم یخالف التوراۃ البتۃ بل قررھا ودعا الناس الیھا وھو من بنی اسرائیل المتعبدین بالتوراۃ ومن المستجیبین بموسٰی علیہ السلام الّا انّھم لا یقولون بنبوّتہ ورسالتہ ومن ھؤلاء من یقول انّ عیسٰی علیہ السلام لم یدع انّہ نبی مرسل وانہ صاحب شریعۃ ناسخۃ لشریعۃ موسٰی علیہ السلام بل ھو من اولیاء اللہ المخلصین۔"

ترجمہ۔ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے مواعظ اور اس کے اشارات کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے تورات کی بالکل مخالفت نہیں کی بلکہ اسے قائم کیا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ وہ تورات کے تابع نیک اسرائیلیوں میں سے اور موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے تھا۔ ہاں

اس فرقہ کے لوگ حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت کے قائل نہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے نبی رسول ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا اور نہ ایسی شریعت کے لانے کا ادعا کیا جو شریعت موسوی کی ناسخ ہو بلکہ ان لوگوں کے نزدیک حضرت مسیح مخلص اولیاء اللہ میں سے تھا۔" (الملل والنحل برحاشیہ الفصل مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۴-۵۵)

حضرت امام فخر الدین رازی فرقہ عنانیہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"یقولون انہ کان من اولیاء
۱ اللہ تعالیٰ وان لم یکن نبیاً
وکان قد جاء لتقریر شرع
موسیٰ علیہ السلام۔"

ترجمہ۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اگرچہ نبی نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے ثابت کرنے کے لئے آئے تھے۔"

(کتاب اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین مطبوعہ مصر صفحہ ۸۳)

علامہ الوسی بغدادی نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی جلد ۱ و جلد ۳ میں اس فرقہ کا ذکر فرمایا ہے۔

پس جب حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کے ماننے والوں کا ایک گروہ ایسا تھا کہ ان کو نبی نہیں مانتا تھا صرف ولی مانتا تھا اور یہ ایک مسلّمہ تاریخی حقیقت ہے تو آج اسی قسم کے گروہ کے جماعت احمدیہ یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں پیدا ہونے سے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ بلکہ غور کیا جائے تو غیر مبایعین کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مماثلت مسیح ناصری علیہ السلام کا ایک اور ثبوت ہے۔

(۹) سوال:۔ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح بن مریمؑ انتقال کر چکے ہیں اور مرزا غلام احمد مسیح موعود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں ما بہ الامتیاز اور ما بہ الاختلاف کیا امر ہے؟"

(" ")

الجواب:۔ مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا وصال ہوا۔ اس موقعہ پر ساری جماعت نے بالاتفاق حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح الاوّل تسلیم کیا اور سب نے آپ کی بیعت کی۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کا انتقال ہوا تو اُس وقت کہلانے والے لاہوری گروہ نے حضرت خلیفہ ثانی سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ دوم ماننے سے انکار کر دیا اور بیعت سے منکر ہو گئے۔ اس وقت سب جماعت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو اُمتی نبی مانتی تھی۔ خلافت سے انکار پر فریق لاہور کو اُمتی نبوت کا بھی انکار

کرنا پڑا۔ پس دونوں گروہوں میں مابہ الامتیاز اور مابہ الاختلاف دراصل مسئلہ خلافت ہے۔

(۱۰) **سوال** ۔ میری غیر از جماعت سہیلیاں کہتی ہیں کہ تم مسجد میں نماز پڑھنے کیوں جاتی ہو۔ عورت کے لئے تو اسلام میں مسجد میں جانا منع ہے۔"

(...... پشاور)

الجواب ۔ اسلام میں عورتوں کے لئے مساجد میں ادائیگی نماز کے لئے جانا ہرگز منع نہیں ہے بلکہ جائز اور پسندیدہ ہے بشرطیکہ کوئی اور فتنہ کی صورت نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خواتین فجر کی نماز باقاعدہ مساجد میں ادا فرمایا کرتی تھیں (صحیح بخاری و مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس زمانہ کی نیک خواتین کے بارے میں فرمایا تھا لَا تَمْنَعُوْا نِسَائَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَ بُيُوْتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ (ابوداؤد) کہ عام حالات میں انہیں مساجد سے نہ روکا جائے ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔

(۱۱) **سوال** "تم لوگوں میں تفرقہ کیوں پڑ گیا ہے یہی تمہارے جھوٹے ہونے کی نشانی ہے۔"

(" پشاور)

الجواب ۔ کچھ لوگ ہر نبی کے وقت میں بالخصوص اس کے بعد تفرقہ کرنے والے پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ باقی تفصیل سوال ۹ کے جواب میں ذکر ہو چکی ہے۔

(۱۲) **سوال** ۔ جب امت محمدیہ میں غیر تشریعی نبوت جاری ہے اور ظلی و بروزی نبی تاقیامت آسکتے ہیں تو شریعت جدیدہ والا نبی کیوں نہیں آسکتا؟ (خلیل الدین احمد اڑیسہ)

الجواب ۔ ہر چیز ضرورت کے ماتحت آتی ہے۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ وہ کامل شریعت ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدہ) دین کی سب ضرورتوں کو قرآن مجید نے پورا کر دیا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام) قرآن مجید سب جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ (یوسف)۔ علاوہ ازیں قرآن مجید ہمیشہ کے لئے محفوظ کتاب ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا تحریف ممکن نہیں۔ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر) کہ ہم نے ہی قرآن مجید کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اندریں حالات قرآن مجید کے بعد شریعت جدیدہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا پس صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آسکتا۔

امتی نبی کے آنے کی قرآن مجید نے خود بشارت دی ہے اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور پیروی کا

نتیجہ قرار دیا ہے۔ فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء) پس اس وجہ سے اُمتی نبی آ سکتا ہے مگر شریعتِ جدیدہ والا نبی نہیں آ سکتا۔

(۱۳) سوال۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِيْ کا کیا مفہوم ہے۔ کیا یہ الہام قرآنی نص کے خلاف تو نہیں؟

(خلیل الدین احمد اڑیسہ۔ بھارت)

الجواب۔ بلحاظ حقیقت یہی درست ہے کہ نہ خدا کا بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے لیکن بطور مجاز خدا کو باپ کی طرح یاد کرنے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ فرمان باریتعالیٰ ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (البقرہ) کہ اللہ تعالیٰ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اسی مجازی اسلوبِ بیان کو کتب سابقہ میں اور خود صوفیائے اسلام نے استعمال کیا ہے۔ محدّث دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"دریں باب بلفظ شائع در ہر قوم تکلّم واقع شد اگر لفظ ابناء بجائے محبوباں ذکر شدہ باشد چہ عجب"

(الفوز الکبیر صٰ)

جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزند عبارت از عیسٰی علیہ السلام است کہ نصاریٰ آنجناب را حقیقۃً ابن اللہ میدانند و اہل اسلام ہمہ آنجناب را ابن اللہ بمعنی عزیز و برگزیدۂ خدا مے شمارند"

(ازالۃ الاوہام ص۵۲)

ایک اور پہلو جو حقیقت اور مجاز کی بحث سے کنارہ کشی کرتے ہوئے بالکل درست ہے کہ وَلَدِیْ کی اضافت علیٰ زعم النصاریٰ ہے جس طرح آیت کریمہ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ (حٰم السجدہ ع) میں شُرَكَآءِيْ کی اضافت علیٰ زعم المشرکین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ مطالبہ فرماتا ہے اَيْنَ شُرَكَآءِيْ کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ مراد یہی ہے کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم نے میرا شریک ٹھہرا رکھا تھا؟ اسی طرح اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِيْ میں ہے۔ خدا کا کوئی ولد نہیں مگر اللہ تعالیٰ

فرماتاہے کہ عیسائیوں کے مزعوم ولداللہ یا ابن اللہ کا مقام و مرتبہ (مسیحیت) تجھے بھی حاصل ہے پس اعتراض باطل ہے۔ مفصل بحث کے لئے دیکھیں (کتاب تفہیماتِ ربانیہ فصل دوم)

(۱۴) **سوال**: "لَنْ تَهْلِكَ أُمَّةٌ أَنَا فِي أَوَّلِهَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي آخِرِهَا وَالْمَهْدِي فِي وَسَطِهَا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اور مہدی موعود دو الگ الگ وجود ہیں مگر حدیث "لا مهدی اِلّا عیسیٰ" سے ہم یہی استدلال کرتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی وجود کے دو مختلف نام ہے۔ (محمد زکریا۔ کوئٹہ)

الجواب۔ اِس حدیث میں جس مہدی کا ذکر ہے وہ تو امت کے درمیانی زمانہ میں آنے والا تھا۔ اِس حدیث میں مسیح کا ظہور امت کے آخری زمانہ میں بتایا گیا ہے۔ زمانہ کے مختلف ہونے کی صورت میں یہ حدیث لا المهدی الّا عیسیٰ کے خلاف نہیں۔ دونوں حدیثیں بیک وقت درست ہو سکتی ہیں یعنی امت کے آخری زمانہ میں آنے والا مہدی اور مسیح ایک ہے لیکن امت کے درمیانی زمانہ میں اور بھی مہدی ہو سکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں انکے علاوہ اور کوئی مہدی نہ ہوگا بلکہ اس زمانہ میں مسیح اور مہدی ایک ہی وجود ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے بہت سے مہدیوں کی بھی خبریں دی ہیں مگر آخری زمانہ میں ہونے والے مسیح موعود کو ہی مہدی قرار دیا ہے۔ درمیانی زمانہ میں اور مہدی ہو چکے ہیں۔

(۱۵) **سوال**۔ اگر خلافت واقعی اِس قدر اہم ہے کہ قرآن مجید اس کی اہمیت کے پیش نظر فرماتا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ یعنی خلافت کا منکر فاسق ہوتا ہے مگر تاریخ میں کہیں ثابت نہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیعت کی ہو۔

الجواب۔ خلافت کی اہمیت تو واقعی آیت سے ثابت ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خلافت کی منکر نہ تھیں۔ ان پر خلافت سے کفر کرنیکا اطلاق سراسر غلط ہے۔ وہ خلافت کی قائل تھیں اِسی وجہ سے تو باغِ فدک میں وراثت کا مطالبہ کرنے خلیفہ وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئی تھیں۔ اگر وہ انکی نظر میں خلیفہ برحق نہ ہوتے تو ہرگز انکے پاس اپنا معاملہ نہ لیجاتیں کیونکہ تحاکم الی الطاغوت منع ہے۔ باقی رہا بیعتِ خلافت کا سوال تو اُس زمانہ میں مردوں کی بیعت میں ہی عورتوں کی بیعت خلافت سمجھی جاتی تھی۔ جبتک خاص ضرورت پیدا نہ ہو علیحدہ طور پر عورتوں کی بیعتِ خلافت ضروری نہیں ہوتی ہاں اگر کسی کے انکار کا اندیشہ ظاہر کیا جائے تو بیعت کا سوال اُٹھ سکتا ہے جعفر

تمازتِ گُل

جناب نسیم سیفی

ہمارے دل کی مسرت کا راز پا نہ سکے
ستانے والے ہمیں تو کبھی ستا نہ سکے

نگاہِ شوق تو پہنچی ہے آسمانوں پر
قدم کچھ ایسے گڑے ہیں کہ ہم اُٹھا نہ سکے

ہر ایک بات ہماری سراہتے ہیں لوگ
وہ اور ہونگے جو دادِ سخن بھی پا نہ سکے

جھلک رہی ہے فضاؤں کی روشنی دل میں
ہم اپنے چاند سے اپنی نظر ہٹا نہ سکے

قلم کو توڑ کے لے لے وہ تیشۂ مزدور
قلم کے فن کی جو ناموس کو بچا نہ سکے

تمازتِ گُل تازہ سے جل رہی ہے بہار
یہ آگ وہ ہے کہ شبنم جسے بُجھا نہ سکے

تمہاری بزم سے اُٹھ کر ہم آ گئے ہیں وہاں
جہاں سے کوئی کسی کو کبھی اُٹھا نہ سکے

ہم اپنی جان کی بازی لگا کے جیت ہیں نسیم
ہزار حیف جو کوئی ہمیں ہرا نہ سکے

شذرات

۱- "ایک سائنسی اعزاز"

اس عنوان سے مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر صدق جدید لکھنؤ لکھتے ہیں :-

"لاہور کے انگریزی روزنامہ پاکستان ٹائمز سے :-

صدر پاکستان کے سائنسی مشیر پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کے لئے "ایٹم برائے امن فاؤنڈیشن" امریکہ نے جو ۳۰ ہزار ڈالر (تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ) کا گرانقدر عطیہ منظور کیا ہے اسے پاکستانی سائنسدانوں کے لئے وقف کر دیں گے جو سائنس کی اعلےٰ تعلیم کے لئے پاکستان سے باہر جانا چاہیں گے۔"

اوّل تو انعام ایک مسلمان کو بجائے رقص، موسیقی، مصوّری، نقاشی، سنگ تراشی اور آرٹ اور کلچر کے کسی شعبہ کے سائنس کے شعبہ میں (اور وہ بھی جنگ کی نہیں امن کی مد میں) ملنا اور پھر اس ماہرِ سائنس کو اسے بجائے اپنی ذات پر صرف کرنے کے دوسرے طلبہ سائنس کے لئے وقف کر دینے کی مثال ایثار کی پیش کرنا خبر کے یہ دونوں پہلو ندرت سے لبریز ہیں۔ مصر، عراق اور شام، ایران ترکی، افغانستان کتنے ہی مسلم ملکوں کے لئے ایک نظیر و شمع راہ کا کام دے سکتی ہے۔ (صدق جدید لکھنؤ اکتوبر ۱۹۶۸ء)

الفرقان - پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے اس ایثار کی تعریف ہر جگہ ہو رہی ہے ایسے ہی ایثار پیشہ لوگ قوم و ملک کے لئے سرمایۂ افتخار ہوتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی عمر میں برکت دے۔ آمین

۲- دینی مدارس کی حالت

مدیر المنیر لائل پور لکھتے ہیں :-

"دینی مدارس کی حالت روز افزوں خراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تعلیم دین سے بے رغبتی، مدارس میں زیادہ سے زیادہ حصولِ آسائش، اساتذہ کے احترام میں خلل اندازی، تدین و تعبد سے محرومی اور ان سے زیادہ سے زیادہ رذائل کی جانب نہ بدلنے والا میلان

جس شدت سے موجود ہے اور ہم
بالعموم وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ
أَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوَاهِرَ
کا مصداق ہی نہیں بن رہے بلکہ ظالم
بدمن اسکے دروازے کھولنے کا
باعث بھی بن رہے ہیں۔"
(المنبر یکم نومبر ۶۶ء صـ ۴)

الفرقان۔ ظاہر ہے کہ ان دینی مدارس سے جو علماء پیدا ہوں گے وہ ملک و ملت کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ مذکورہ عربی ضرب المثل میں بیان شدہ حقیقت خاص طور پر قابل توجہ ہے۔

۳۔ معراج النبیؐ امتیوں کے روحانی معراج کا زینہ

مدیر تنظیم اہلحدیث لاہور لکھتے ہیں:-

"عجوبہ پرست طبیعتوں کی ضیافت طبع کے لئے سامان پیدا کرنے کی بیماری نے اتنی ترقی کی ہے کہ اس میں بعض اہلحدیث واعظین بھی مبتلا نظر آنے لگے ہیں۔ بہرحال ان غیر متعلق باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے معراج کی حکمتوں، تحفوں اور انکشافات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے۔ **اگر معراج پر ایمان رکھنے کے باوجود امت کا ایک فرد روحانی معراج کا ایک زینہ** **بھی طے نہیں کر سکتا تو سمجھ لیجئے کہ وہ صرف مدعی ہے متبع اور عاشق نہیں ہے اور نہ اسکو اپنے پیغمبرؐ سے کچھ نسبت ہو سکتی ہے۔**"
(۲۵ر اکتوبر ۶۶ء)

الفرقان۔ عقیدۂ معراج کی افادیت یہی ہے کہ امتی روحانی معراج حاصل کریں ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل!
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

بس دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہم کتنی روحانی ترقی کر رہے ہیں۔

۴۔ مولانا مودودی اور معاشیات

جناب مناظر احسن صاحب گیلانی عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد لکھتے ہیں:-

"مولانا مودودی جب معاشی مسائل پر قلم اٹھاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہرن اپنی چوکڑی بھول گیا۔ سطحی قسم کا تحلیل و تجزیہ اور خطیبانہ انداز بیان سے بہتر اور کوئی چیز مولانائے ممدوح اس باب میں آج تک نہ پیش کر سکے۔" (صدق جدید ۲۵ر اکتوبر ۶۶ء)

الفرقان۔ جب انسان حکم الٰہی لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کے خلاف ان امور میں دخل دیتا ہے جن کا وہ اہل نہیں ہوتا تو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ +

حَیَاۃُ اَبِی الْعَطَاءِ

میری زندگی

چند منتشر یادیں

(۵)

انفلوائنزا کا زمانہ

غالباً ۱۹۱۸ء میں انفلوائنزا کی وبا پہلی مرتبہ ہمارے ملک میں پھیلی تھی۔ مدرسہ احمدیہ قادیان کے بہت سے طالب علم بھی اس بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میں بھی ان بیماروں میں شامل تھا۔ ہم سب طلبہ کو علاج کی سہولت کے پیش نظر نیز باقی طلبہ سے علیحدہ رکھنے کی غرض سے بورڈنگ کے ایک کنارے ایک کھلے کمرے میں رکھا گیا تھا۔ اس بیماری سے بچوں میں بہت ہراس پھیلا ہوا تھا۔ اموات کثرت سے ہو رہی تھیں۔

ان دنوں مدرسہ احمدیہ و بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہی جنازے پڑھے جاتے تھے۔ محلہ جات میں دن میں کئی کئی آدمی فوت ہوتے۔ سب کے جنازے صحن بورڈنگ میں لائے جاتے وہیں نماز جنازہ ہوتی اور پھر سب جنازے قبرستان کو لیجانے کے لئے بورڈنگ کے اس کمرے کے سامنے سے گزرتے جس میں ہم بیمار طلبہ ہوتے تھے۔ اس سے بھی بچوں میں دہشت پیدا ہوتی تھی۔ اس پر ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ احمدیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رپورٹ کرتے ہوئے درخواست کی کہ جنازے مدرسہ احمدیہ کے صحن کی بجائے قبرستان میں ہوا کریں اور دوسرے راستہ سے لیجائے جایا کریں تاکہ بچوں پر اس کا برا اثر نہ ہو۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہو گیا اور جنازے صحن مدرسہ میں آنے سے رک گئے۔

ایک ایمان افروز خط

میں نے بیماری سے گھبرا کر اپنے والد صاحب مرحوم کو خط لکھا کہ آپ فوراً قادیان آجائیں زندگی اور موت کا کچھ پتہ نہیں۔ بچپن میں پردیس میں بیمار ہونے والا ہر بچہ ضرورت سے زیادہ ہی گھبرا جاتا ہے۔ میرے والد صاحب ان دنوں اپنے گاؤں میں برانچ پوسٹماسٹر بھی تھے۔ یہ کام تو زیادہ نہ تھا مگر اہمیت کے پیش نظر ان دنوں رخصت مشکل سے ملتی تھی۔ میرے والد صاحب مرحوم نے میری گھبراہٹ والا خط پڑھ کر

ایک طرف تو چھٹی کے لئے درخواست بھیج دی اور دوسری طرف مجھے فوراً خط لکھا کہ میں چھٹی کی کوشش کر رہا ہوں چھٹی ملنے پر انشاء اللہ ضرور آجاؤں گا۔ ساتھ ہی لکھا کہ آپ کے خط سے بہت گھبراہٹ کا اظہار ہوتا ہے زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے دعا کرو ہم بھی دعا کرتے ہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اس خط کا آخری فقرہ یہ تھا کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر راضی بالقضا رہنے کی شرط کے ساتھ بیعت کی ہوئی ہے۔

مجھے اس پیار کے پیش نظر جو حضرت والد صاحب کو مجھ سے تھا یقین کامل تھا کہ میرے خط ملنے کی دیر ہے والد صاحب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان پہنچ جائیں گے۔ پھر جس گھبراہٹ کا اظہار بے ساختہ طور پر مجھ سے ہو گیا تھا اس کی وجہ سے بھی مجھے یقین تھا کہ ایک دو دن کے اندر والد صاحب آجائیں گے لیکن جب چوتھے پانچویں دن ان کا مذکورہ بالا خط موصول ہوا تو مجھے بڑا تعجب ہوا اور جب میں خط کے آخری فقرہ پر پہنچا تو میرے آنسو جاری ہو گئے اور اپنی نادانی میں میرے منہ سے نکل گیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں اگر یہاں مر بھی جاؤں تو والد صاحب راضی بالقضا رہیں گے۔ حضرت والد صاحب خط کے دوسرے تیسرے دن پہنچ گئے اور میری حالت بھی اچھی ہو رہی تھی مگر ان کے خط کے آخری فقرہ کا مجھے احساس تھا کہ انہوں نے اس موقعہ پر یہ کیا تحریر فرما دیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو حقیقت ہے، یہی تو وہ ایمان ہے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ اس وقت اپنے بچپن کی نادانی کی وجہ سے میں اس بات کو پوری طرح نہ سمجھ سکا مگر بعد ازاں مجھے اس چٹان ایسے مضبوط ایمان کی قدر معلوم ہوئی۔

تعزیہ دیکھنا اور احمدیوں کا مسلک

اس جگہ میں اس سے بھی پہلے کا ایک اور واقعہ ذکر کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میری عمر چار پانچ سال کی ہو گی ہمارے گاؤں کریہہ ضلع جالندھر میں محرم الحرام میں شیعوں کے ہاں تعزیہ بنا کرتا تھا۔ ان دنوں سنی صاحبان بھی بالعموم تعزیوں میں شریک ہو جاتے ہیں انہیں دیکھنے کے لئے تو سب مرد و زن گھروں سے باہر آجایا کرتے تھے۔ بچوں کے لئے تو مشغلہ چاہیئے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ نویں اور دسویں محرم کی درمیانی رات کو جسے مہندی کی رات کہتے تھے اور اس موقعہ پر گاؤں کی مستورات بھی اور بچے بھی مہندی کی تقریب دیکھنے جایا کرتے تھے چھوٹے بچوں کو ان کے ماں باپ ساتھ لیجاتے تھے۔ ہمارے گاؤں میں ان دنوں تک ہمارے گھر کے سوا کوئی احمدی گھرانہ نہ تھا۔ حضرت والد صاحب مرحوم کو ان ایام میں میرے دادا صاحب نے احمدیت

کی وجہ سے اپنے گھر سے نکال دیا ہوا تھا اور ہم دوسری سمت میں ایک عارضی مکان میں رہتے تھے۔ محلہ کے سب لوگ تعزیہ کی مہندی دیکھنے جا رہے تھے سب اپنے اپنے بچوں کو ساتھ لیجا رہے تھے۔ مگر میرے والد صاحب اور والدہ صاحبہ گھر میں موجود تھے نہ خود گئے اور نہ مجھے لے گئے۔ مَیں نے دوسرے بچوں کو دیکھ کر اپنی طفلانہ ضد کا اظہار کیا اور شور کرنے لگا کہ مجھے بھی تعزیہ دیکھنے کے لئے لیجائیں۔ کسی کا باپ جا رہا ہے اور کسی کی ماں جا رہی ہے مگر مجھے کوئی نہیں لے جا رہا۔ حضرت والد صاحب مرحوم نے نہایت پیار سے مجھے سمجھایا کہ ہم احمدی ہیں اور احمدی لوگ اس قسم کے خلافِ اسلام امور میں شامل نہیں ہوا کرتے۔ اس وقت تو مَیں اس بات کو بالکل نہ سمجھ سکا مگر ایک نقش میرے دل پر بیٹھ گیا کہ ہم دوسرے لوگوں سے کچھ امتیاز رکھتے ہیں اور ہم پر حقیقی اسلام کو قائم کرنے کی زیادہ ذمہ داری ہے۔

صحابہ مسیح موعودؑ کا ایمان

میرے والد صاحب مرحوم کی تعلیم مڈل تک تھی مگر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مبارک چہرہ دیکھا ہوا تھا اور حضورؑ کے کلمات طیبات اپنے کانوں سے سُنے ہوئے تھے۔ اسی پاکیزہ صحبت کا یہ نتیجہ تھا کہ ان لوگوں کے ایمان چٹان سے زیادہ مضبوط ہوتے تھے اور وہ تن تنہا بھی مخالفت کے سیلاب میں غیر متزلزل رہتے تھے۔ انہیں نہ غیروں کی طعن و تشنیع اپنی جگہ سے ہلاتی تھی نہ اپنوں اور بچوں کی محبت ان کے قدم میں لغزش پیدا کرتی تھی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ مَیں جب کبھی مذکورہ بالا رضا بالقضاء کے فقرہ کو یاد کرتا ہوں اور اپنی اُس وقت کی کم عقلی کا تصور کرتا ہوں تو میرا دل صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے پختہ ایمانوں اور ان کے توکل کو دیکھ کر ان پر درود پڑھتا ہے اور ان سب کے درجات کی بلندی کے لئے دعا گو ہوتا ہے۔

مضمون نویسی کی ابتداء

قادیان اور مدرسہ احمدیہ کی روحانی و علمی فضا دینیات کے طالب علموں کے لئے سونے پر سہاگہ کا حکم رکھتی تھی۔ مَیں جب دیکھتا تھا کہ مدرسہ کی اوپر کی جماعتوں کے طلباء اور مدرسہ کے اساتذہ کے مضامین اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے ہیں تو مجھے اپنی بچپن کی سادگی اور وفورِ شوق سے بارہا خیال آتا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہمارے مضمون لکھنے کے قابل ہونے سے پہلے پہلے ہی یہ لوگ سب مضامین ختم کر دیں گے اور ہمارے لئے لکھنے کے لئے کوئی مضمون باقی نہ رہے گا۔ یہ احساس مدرسہ کی پہلی اور دوسری جماعت کے زمانہ میں میرے دل میں پیدا ہوا کرتا تھا ۔۔۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ یہ صورت کس طرح پیدا ہوئی مگر ہوا یہی تھا کہ ہم چند طالب علم حضرت قاضی اکملؔ صاحبؓ کے دفتر میں جاتے اور وہاں پر ان کے مطالعہ سے فارغ اخبارات اٹھا اٹھا کر پڑھا کرتے تھے۔ یہ اخبارات

آریوں، عیسائیوں اور دوسرے مسلمانوں کے ہوتے تھے۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم ہمیشہ ہماری حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

پہلا مضمون۔ "اسلام اور تلوار"

اس طریق سے مضمون لکھنے کے لئے طبیعت میں جوش پیدا ہوا اور میں نے مدرسہ احمدیہ کی میری جماعت میں سب سے پہلا مضمون "اسلام اور تلوار" کے عنوان سے لکھا۔ مضمون تو میں نے لکھ لیا مگر مجھے حجاب محسوس ہو رہا تھا کہ میں کس طرح کسی اخبار میں یہ مضمون دوں؟ آخر جرأت کر کے میں نماز فجر کے لئے جاتے ہوئے مضمون ساتھ لے گیا اور مسجد اقصیٰ قادیان میں نماز فجر ادا کرنے کے فوراً بعد میں نے منہ اندھیرے ہی محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار نور کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ان کا مکان اور دفتر اُن دنوں مسجد اقصیٰ کے ساتھ جانب جنوب میں گلی کے دوسری جانب ہوا کرتا تھا۔ سردی کے دن تھے میں نے چادر سے منہ چھپایا ہوا تھا۔ محترم ایڈیٹر صاحب نے بالاخانہ سے پوچھا کون ہے اور کیا کام ہے؟ میں نے نام بتائے بغیر کہا کہ کچھ کاغذ دینے ہیں۔ انہوں نے اوپر سے ٹوکری لٹکائی میں نے جھٹ اس میں مضمون رکھا اور بورڈنگ کی طرف بھاگ گیا۔ اخبار نور ہفتہ وار اخبار تھا۔ اگلے ہفتہ جب اخبار نکلا تو اس میں میرا مضمون "اسلام اور تلوار" بطور افتتاحیہ میرے نام سے شائع ہوا۔ محترم ایڈیٹر صاحب نے اس پر نوٹ دیتے ہوئے لکھا تھا کہ میں اس طالب علم کے مضمون کو بغیر اصلاح کے بطور اداریہ شائع کر رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر عزیز نے مشق جاری رکھی تو ایک دن اچھے مضمون نگار بن جائیں گے۔ میں نے جب ان کے یہ ریمارکس پڑھے تو میرا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔

میرا دوسرا مضمون

پھر دوسرا مضمون میں نے فرشتوں کی ہستی کا ثبوت کے عنوان سے لکھا جو ہفت روزہ الحکم میں اُس وقت کے ایڈیٹر الحکم محترم جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانیؓ نے بڑی محبت سے شائع کیا۔ اس کے بعد پھر تو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی بھی خاص توفیق عطا فرمائی۔ فللّٰہ الحمد ربّ العٰلمین۔

اس جگہ یہ ذکر کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس ابتدا میں بھی حضرت قاضی اکمل صاحب کی حوصلہ افزائی کا دخل تھا اور اس کے بعد تو انہوں نے زور دے کر اور اصرار سے مضامین لکھوائے اور الفضل اور دیگر رسالہ جات میں شائع کئے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب اساتذہ اور جملہ محسنوں کو جزائے خیر دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین ◆

ایڈیٹر کی ڈاک

(۱) محترم چودھری منور احمد صاحب گلاسگو سے تحریر کرتے ہیں :۔

" رسالہ الفرقان کی توسیع کے متعلق آپ نے ماہ ستمبر ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں قارئین کی آرا دریافت فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ میں خاکسار کا خیال ہے کہ رسالہ کو مزید ترقی سے ہمکنار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسالہ کو پندرہ روزہ کر دیا جائے سب جانتے ہیں کہ الفرقان کے جملہ مضامین نہایت بلند پایہ تحقیقی مقالوں، قرآنی تعلیم کی خوبیوں اور اسلامی فرمودات کی صداقتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اگر رسالہ کو پندرہ روزہ کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ ان مضامین سے مستفید ہونے کے لئے ہمارا "وقفہ انتظار" دھارہ جائیگا۔ ایک ماہ کا انتظار بہت لمبا اور دو بھر لگتا ہے سالانہ قیمت میں آپ جو بھی اضافہ فرمائیں گے ہمیں بسر و چشم منظور ہوگا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اپنے حلقہ احباب میں رسالہ کے مزید خریدار بناؤں ۔"

(۲) جامعہ عربیہ چنیوٹ سے ایک صاحب تحریر کرتے ہیں :۔

" مکرمی ایڈیٹر صاحب "الفرقان"۔ جہاں تک الفرقان کو پندرہ روزہ کرنے کا تعلق ہے ہم اسکے خلاف ہیں کیونکہ پندرہ روزہ کر دینے سے اسکی وہ شان نہیں رہیگی جو کہ ماہنامہ کی صورت میں ہے۔ جو شئی انتظار کے بعد ہاتھ لگے وہ زیادہ قدر وقیمت والی ہوتی ہے۔ اسی مضمون کو حدیث رسول اللہ نے کیسے پیارے انداز میں بیان فرمایا "دیر سے ملاقات کیا کرو تاکہ محبت زیادہ بڑھے"۔ باقی رہی پہلی تجویز وہ تو ہے ہی بالکل ٹھیک اور مبنی برحق۔ دراصل جو احباب بھی صفحات بڑھائے جانے کے قائل ہیں وہ دریدہ زیادہ سے زیادہ قیمتی جواہرات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان میں سے سب سے آخر مگر سر فہرست بندہ ناچیز بھی ہے ۔"

پیٹ کی جملہ امراض کیلئے نمک نُور رجسٹرڈ A. F. R کمزوری معدہ۔ ہاضمہ کی خرابی گیس قبض کی نئی اور پرانی بیماری کیلئے فائدہ مند اکسیر ہے۔ قیمت ۵۰ ٹکیہ ایک روپیہ ۲۵ پیسہ ڈاک محصول علاوہ ہوگا۔	اعضائے رئیسہ کیلئے استعمال فرماویں امرت بُوٹی اعصابی کمزوری۔ دماغی کمزوری۔ کمی خون کے لئے نہایت فائدہ مند دوا ہے۔ قیمت ساٹھ ٹکیاں چار روپیہ ڈاک محصول الگ

سول ڈسٹیبوٹرز ناصر میڈیکل سٹور گولبازار ربوہ سے خرید فرمائیں!

مینوفیکچرنگ شاہ نُور فارمیسی نوشہرہ درشکارپور سندھ

"الفِردوس"

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دُکان ہے

الفِردوس

۸۵- انارکلی لاہور

"الفضل" روزنامہ ربوہ

الفضل جماعت احمدیہ کا واحد روزنامہ ہے۔
اس کا ہر احمدی گھرانہ میں پڑھا جانا نہایت ضروری ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلماتِ طیبات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے رُوح پرور ارشادات وخطباتِ جمعہ اور علماءِ سلسلہ کے اہم علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اہم جماعتی و ملکی خبریں بھی شائع ہوتی ہیں۔ اس کی خریداری آپ کا جماعتی فرض ہے۔ خود بھی پڑھیے اور اپنے احباب کو بھی مطالعہ کے لئے دیجئے۔

(مینجر)

ماہنامہ تحریکِ جدید ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

سالانہ چندہ۔ صرف دو روپے

——— مینجنگ ایڈیٹر

مفید اور مؤثر دوائیں

نورکاجل

ربوہ کا مشہورِ عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخنہ، ضعفِ بصارت
وغیرہ امراضِ چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد
جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے۔
خشک وتر۔ قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور بہترین اجزاء کے
ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔
اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے
بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر
ہونا۔ ان تمام امراض کا بہترین علاج۔
قیمت۔ پندرہ روپے

نورمنجن

دانتوں کی صفائی صحت کے لئے ازحد ضروری
ہے۔ یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت
اور علاج کے لئے بہت مفید ہے۔
قیمت فی شیشی ایک روپیہ

نورِ نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
کی بہترین تجویز جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے
فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔
قیمت مکمل کورس پچیس روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گول بازار ربوہ فون نمبر ۳۸

(طابع وناشر:- ابوالعطاء جالندھری؛ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

تین ۳ ضروری اعلان

(۱)

الفرقان کے پُرانے رسالے نصف قیمت پر

ماہنامہ الفرقان ربوہ کے ۱۹۵۲ء سے لیکر ۱۹۶۶ء تک کے ایک سو دس ۱۱۰ متفرق مہینوں کے عام رسالے دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ سب رسالے نہایت مدلّل اور ٹھوس مضامین پر مشتمل ہیں۔ ان سب رسالوں کی مجموعی قیمت چھیاسٹھ ۶۶ روپے سے کچھ زیادہ بنتی ہے۔ جو دوست سب رسالے خرید کریں گے انہیں کُل رسالہ جات **نصف قیمت** یعنی تنتیس ۳۳ روپے میں دیئے جائیں گے۔ (علاوہ محصول ڈاک)

یہ رعایت اس سال کے آخیر یعنی صرف ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۶ء تک ہے۔ رسالے کم ہو رہے ہیں شائقین جلد خرید لیں۔ بعد میں یہ رسالے نایاب ہو جائیں گے اور پھر کسی قیمت پر نہ مل سکیں گے۔

(۲)

مجلّد مکمّل فائل

علاوہ ازیں ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۷ء کے مکمل فائل مجلّد صورت میں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں۔ ہر مجلّد فائل کی قیمت آٹھ روپے ہے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

(۳)

خاص نمبروں کے متعلق اعلان

ماہنامہ الفرقان کے خاص نمبر تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل خاص نمبر قابلِ فروخت ہیں:-

(۱) خاتم النبیین نمبر ۱/- (۲) سیرت خیر البشرؐ نمبر ۱/- (۳) حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر ۱/- (۴) حضرت میر محمد اسحاقؓ نمبر ۱/- (۵) حضرت قمر الانبیاءؓ نمبر ۲/- (۶) حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ نمبر ۱/- (۷) خلافت نمبر ۲/۴۰ (۸) جہاد نمبر ۱/- (۹) درویشانِ قادیان نمبر ۲/۵۰۔

علاوہ محصول ڈاک۔

مینجر الفرقان ربوہ

اجتماع انصار اللہ کوئٹہ اگست 68ء کے موقعہ پر

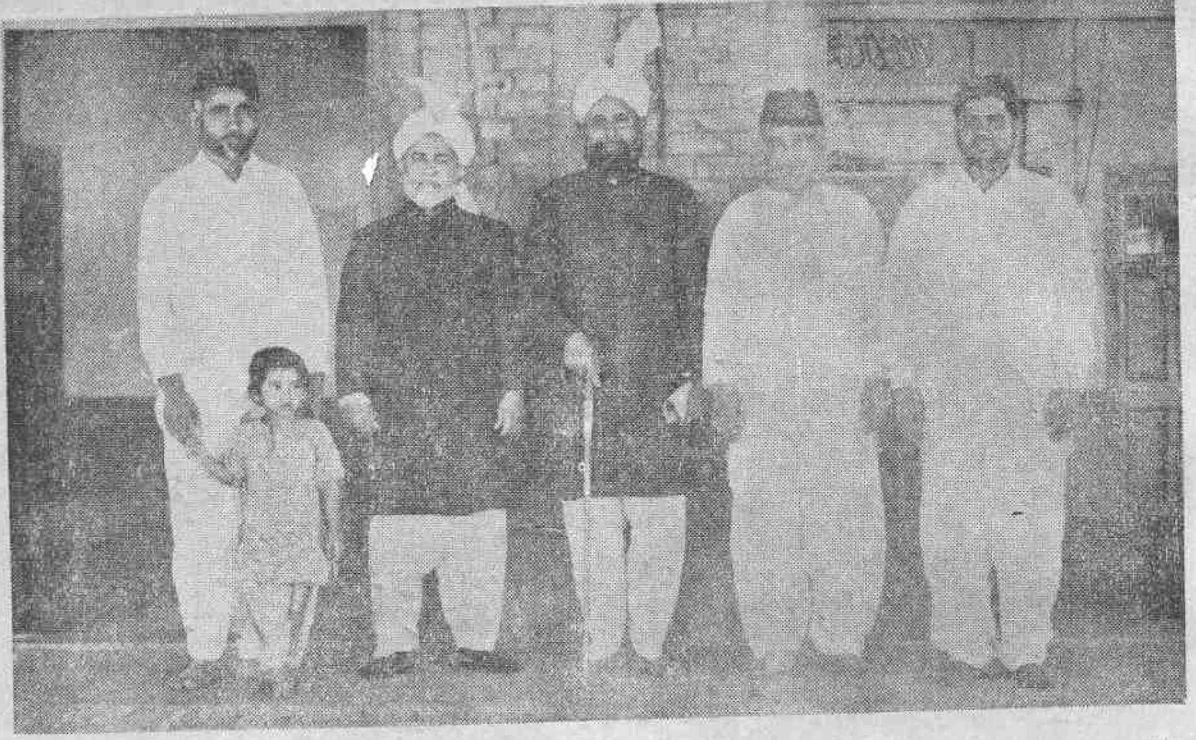

دائیں جانب سے :- پروفیسر سید محمد یحییٰ صاحب قائد خدام الاحمدیہ - جناب میاں بشیر احمد صاحب ناظم علاقائی انصار اللہ - ابو العطاء جالندھری - جناب ڈاکٹر شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت - محترم مولوی ڈاکٹر محمد دین صاحب مربی سلسلہ احمدیہ -

اجتماع میں ایک تقریر — مقرر ابو العطاء

محترم الحاج خلیفہ عبدالرحمن صاحب - محترم امیر جماعت اور ابو العطاء کے ساتھ

Monthly AL FURQAN Rabwah

November 1968 Regd. No. L 5708

تفہیماتِ ربّانیہ

محترم مولانا ابُو العطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان و سابق مبلّغ بلادِ عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلّی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفینِ احمدیت کی طرف سے کیئے جاتے ہیں۔ سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس کا نام میں نے ہی تفہیماتِ ربّانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا۔ کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اسکے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہُوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور اسکی اشاعت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۱۲ر جنوری ۱۹۳۱ء)

اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بیکصد صفحات اور بعض قیمتی حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہُوا ہے۔ اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔

ضخامت آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلّد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے؛ مجلّد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔

مکتبۃ الفرقان ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا